اکتوبر شمارہ نمبر E-02 جلد 53

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

مسلم سائنسدانوں کی روشن ایجادات

دورِ حاضر میں تعلیم کا نیا انداز

پاکستان کے اہم تاریخی مقامات

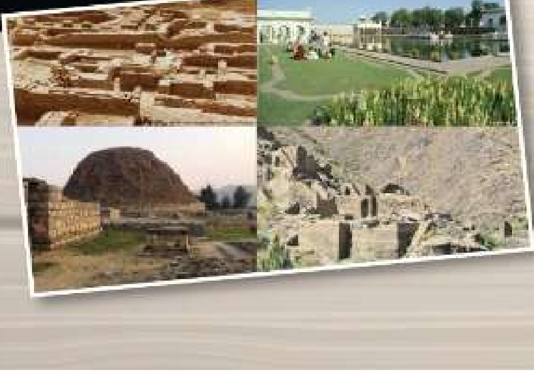

ماہنامہ
کراچی
انجمن
قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ
محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر
محمد عارف

مدیر و ناظم
عبید الرحمٰن

ناشر
محمد شعیب شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ
انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد
نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:
انجمن پنجابی سودگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی
Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113
Email: apsquamigazette@gmail.com

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	القرآن (ہدایت کا سرچشمہ)	فہم القرآن	٦
۲	حمدِ باری تعالیٰ	نسرین سید	۸
۳	نعتِ مقبول ﷺ	صبیح رحمانی	۹
۴	رسول ﷺ کی پیاری پیاری باتیں	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۱۰
۵	توکل علی اللہ	ڈاکٹر محمد نجیب سنبھلی	۱۱
٦	شرم و حیاء کا پیکر (ذوالنورین)	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۴
۷	مسلمان سائنسدانوں کی روشن ایجادات	ڈان نیوز	۱۷
۸	دورِ حاضر میں تعلیم کا نیا انداز	ڈاکٹر ارم حفیظ	۲۰
۹	بولتی تصاویر	صائمہ تسمیر	۲۳
۱۰	اہل قلم	خرم سہیل	۲٦
۱۱	غزل	بنتِ مجتبیٰ مینا	۲۸
۱۲	اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۲۹
۱۳	دلچسپ اور عجیب	ایکسپریس نیوز	۳۰
۱۴	پیاری سیرت	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۳۲
۱۵	خس و خاشاک زمانے (ناول)	مستنصر حسین تارڑ	۳۴
۱٦	ڈسے ڈاکٹر	ذرائع ابلاغ عامہ	۳٦
۱۷	یہ دنیا کس نے بنائی؟	زبیر خان سعیدی	۳۷
۱۸	بدھومیاں کے انڈے (نظم)	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۳۹

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۱۹	الف (ناول)	عمیرہ احمد	۴۰
۲۰	المیہ (نظم)		۴۳
۲۱	شیخ چلی کا پلنگ (کہانی)	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۴۴
۲۲	ہر خبر پر نظر	ایکسپریس نیوز	۴۶
۲۳	پاکستان کے اہم تاریخی مقامات	بینش جاوید	۴۷
۲۴	انمول موتی	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۵۰
۲۵	میرا انتخاب	طوبیٰ سراج	۵۱
۲۶	ہماری کتابیں (نظم)	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۵۲
۲۷	پڑوسیوں کے حقوق	ذرائع ابلاغ عامہ	۵۳
۲۸	نیم حکیم خطرہ جان	ذرائع ابلاغ عامہ	۵۵
۲۹	ہنسی گھر	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۵۶
۳۰	بوجھو تو جانیں	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۵۷
۳۱	معلوماتِ افزاء	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۵۸
۳۲	علم دریچے	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۵۹
۳۳	کہانی ایک کتاب کی	فضہ انور	۶۱
۳۴	کچھ باتیں قرآن کی	ذرائع ابلاغ عامہ	۶۳
۳۵	کیا آپ غیر سیاسی ہیں؟ (انٹرویو)	ذرائع ابلاغ عامہ	۶۵
۳۶	کیا آپ جانتے ہیں؟	ذرائع ابلاغ عامہ	۶۸
۳۷	بیوٹی ٹپس	ذرائع ابلاغ عامہ	۶۹
۳۸	کھانا خزانہ	ہم مصالحہ	۷۰
۳۹	بیت بازی	ماخوذ بچوں کا رسالہ	۷۲

عہدیدان واراکین مجلس منتظمہ

2020

انجمن پنجابی سوداگران

اسمائے گرامی

01	جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب	صدر
02	جناب منصور الٰہی شمسی صاحب	نائب صدر
03	جناب محمد شعیب شمسی صاحب	جنرل سیکریٹری
04	جناب محمد اسماعیل بزار صاحب	جوائنٹ سیکریٹری
05	جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب	خازن
06	جناب محمد سعود الٰہی صاحب	ناظم جائیداد سب کمیٹی
07	جناب رئیس احمد صاحب	ناظم وصولی زکوٰۃ سب کمیٹی
08	جناب صبور احمد صاحب	ناظم یوتھ ونگ سب کمیٹی
09	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	ناظم تقسیم زکوٰۃ سب کمیٹی
10	جناب عبید الرحمٰن صاحب	ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی
11	جناب محمد جمیل راجب صاحب	ناظم تقریبات سب کمیٹی
12	جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب	ناظم ممبر سازی سب کمیٹی
13	جناب فرحان اقبال صاحب	ممبر
14	جناب محمد عارف صاحب	ممبر
15	جناب کامران متین بٹلہ صاحب	ممبر
16	جناب فیصل زاہد صاحب	ممبر
17	جناب ذیشان منظور صاحب	ممبر
18	جناب ارشد عالم صاحب	ممبر
19	جناب خالد متین صاحب	ممبر
20	جناب شاہد انور شمسی صاحب	ممبر
21	جناب عبد المالک شیخ صاحب	ممبر

ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)
☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب
☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب
☆جناب شمیم صدیقی صاحب
☆ محترمہ آرزو دلیل صاحبہ
☆جناب عمران شمیم صاحب
☆جناب عادل نعمان صاحب
☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب
☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب
☆جناب انصار فرید الدین صاحب
☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب
☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے
☆جناب خالد متین صاحب
☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب
☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب
☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب
☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب
☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب
☆جناب حارث اقبال صاحب
☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے
☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے
☆جناب جمیل راجہ صاحب
☆جناب فخر احمد شمسی صاحب
☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے
☆جناب پرویز منظور صاحب
☆جناب جمیل اقبال صاحب
☆جناب شاہد اقبال صاحب
☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب
☆جناب اسلم کتھوریہ صاحب
☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب
☆جناب شعیب شمسی صاحب
☆جناب محمد اسماعیل صاحب
☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز و اقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں اقدام لیں۔۔۔ اپنوں کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔ یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اسکی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت و حسب توفیق سرگرم عمل ہے

بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا

لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین و حضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوٰۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض و قرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست و بازو بن کر شفاف طریقے سے اپنوں کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوٰۃ و عطیات کی ترسیل کے لئے۔

اکاؤنٹ بنام

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران

Acc. Title

Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran

فیصل بینک

اکاؤنٹ نمبر:	127-2004054-001	برائے زکوٰۃ
اکاؤنٹ نمبر:	127-2000458-001	برائے عطیات

میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر:	0130-0100026365	برائے زکوٰۃ و عطیات

رابطہ:

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور، ابراہیم اسٹیٹ بلڈنگ میں شاہراہ فیصل نزد ایوبی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

(برے القاب سے نہ پکارو)

سورۃ الحجرات (آیت نمبر ۱۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

ترجمہ:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو، ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی سو وہی اصل ظالم ہیں۔"

تفسیر:

ربطِ کلام: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لیے انہیں آپس کے اختلافات سے بچنا چاہیے یہ تبھی ممکن ہو گا جب مسلمان ایک دوسرے کی عزت کا خیال رکھیں گے اور ایسے الفاظ اور انداز سے بچیں جس سے دوسرے بھائی کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں مسلمانوں کو تیسری مرتبہ "اٰمَنُوْا" کے لفظ سے مخاطب کیا ہے کہ اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کو مذاق کا نشانہ بنائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کے عیب نکالا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد دوسروں کے برے نام رکھنا "اللہ تعالیٰ" کی نافرمانی کرنا ہے جو اس کام سے باز نہ آئیں وہ لوگ ظالم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب میں مسلمانوں کو سطحی اور گھٹیا اخلاق اور کردار سے بچانے کے لیے تین حکم دیئے ہیں۔

۱۔ کوئی قوم دوسری قوم کو اور عورتیں دوسری عورتوں کو تمسخر کا نشانہ نہ بنائیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ تمسخر کرنے والوں سے بہتر ہوں۔ اس صورت میں مذاق کرنے والی کی نہ صرف اپنی بے عزتی ہو گی بلکہ معاشرے میں اختلاف بھی پیدا ہو گا جس سے بچنا چاہیے۔

ایک دوسرے کا تمسخر اڑانا منع ہے:

تمسخر کا معنٰی ہے کسی کو حقیر جانتے ہوئے اس کی بے عزتی کرنا، ذلیل کرنا، مذاق اڑانا، توہین کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کو یہ کہہ کر منع کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جن کو تم تمسخر کا نشانہ بناتے ہو وہ ایمان، اخلاق اور کردار کے لحاظ سے تم سے بہتر ہوں۔

"اٰمَنُوْا" کے لفظ میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں لیکن اعلیٰ اخلاق کی ترویج اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے مردوں اور خواتین کو الگ الگ مخاطب کیا اور انہیں اس بری عادت سے منع فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ آدمی دوسرے کو اس وقت مذاق کا نشانہ بناتا ہے جب اس کے دل سے اس کا احترام اٹھ جاتا ہے جب کسی کا احترام اٹھ جائے تو پھر باہمی اخوت باقی نہیں رہتی۔ جس معاشرے اور قوم میں اخوت اور بھائی چارے کا فقدان ہو اس میں اتحاد باقی نہیں رہ سکتا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ تمسخر اور خوش طبعی میں بڑا فرق ہے۔ خوش طبعی میں دوسرے کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے لیکن تمسخر میں دوسرے کی تذلیل پائی جاتی ہے۔ بے شک یہ کام زبان سے کیا جائے یا اشارے کنائے سے اس سے ہر صورت بچنا چاہیے۔

(عَنْ أَبِی ہُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا یبِعْ بَعْضُکُمْ عَلَی بَیْعِ بَعْضٍ وَکُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یَحْقِرُہٗ التَّقْوٰی ہَاہُنَا وَیُشِیرُ إِلَی صَدْرِہٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔)
(رواہ مسلم : کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"باہم حسد نہ کرو اور ایک دوسرے پر بولی نہ بڑھاؤ اور بغض نہ رکھو اور قطع تعلقی نہ کرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر تجارت نہ کرے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے تقویٰ اس جگہ ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا۔"

عیب جوئی سے بچنے کا حکم:

دوسرا حکم یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کیا کرو۔ آپس کا لفظ استعمال فرما کر یہ سمجھایا کہ ہر ایماندار دوسرے کو اپنا بھائی جانے اور اس کی عزت کو اپنی عزت سمجھے۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اپنی عزت کا خیال رکھتے ہو اسی طرح اپنے

بھائی کی عزت کا خیال رکھو! عیب جوئی کرنے والے کا مقصد ہی دوسرے کے عیب اچھالنا اور اس کو ذلیل کرنا ہوتا ہے۔ چاہے یہ کام عادت کے طور پر کیا جائے یا حسد اور مخالفت کی بنیاد پر دوسرے کی عزت اچھالنے کے سوا اس کام کی کوئی اچھی تعبیر نہیں کی جاسکتی۔ ظاہر ہے جب ایک شخص دوسرے کی عزت اچھالنے کی کوشش کرے گا۔ یا تو وہ اس سے بدلہ لے گا یا پھر اس سے نفرت کا اظہار کرے گا۔ کیونکہ اخوت اور نفرت بیک وقت جمع نہیں ہوسکتے۔

نفرت پیدا کرنے سے اجتناب کرنے کا حکم:

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے باہمی نفرت سے بچنے کا اس حد تک خیال فرمایا کہ آپ جہاں بھی اپنے نمائندے بھیجتے۔ انہیں حکم دیتے کہ وعظ و نصیحت میں بھی ایسے الفاظ اور ایسا انداز اختیار نہ کیا جس سے لوگ دین سے نفرت کریں یا ان میں بلاوجہ تفریق پیدا ہو جائے۔

برے القاب رکھنا گناہ کا کام ہے:

مومنوں کو تیسرا حکم یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے برے نام اور القاب نہ رکھا کریں۔ یہاں مطلقاً القاب رکھنے سے منع نہیں کیا گیا۔ ”بِءْسَ الِاسْمُ“ کے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ برے نام رکھنے سے اجتناب کرو۔ کسی کے اچھے کام اور اخلاق کی وجہ سے اسے اچھا لقب دینا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت ہے۔ بے شک یہ لقب کسی کے طبعی رجحان کی بنیاد پر دیا جائے یا اچھے کام پر۔ جس طرح ایک دن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی کو زمین پر لیٹے ہوئے دیکھا تو محبت سے اسے ”ابو تراب“ کہہ کر بلایا۔ ابوہریرہ کو بلی کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو اسے ابوہریرہ کے لقب کے ساتھ یاد کیا۔ صدیق اکبر کی صداقت کی وجہ سے انہیں ”اَلصِّدِیْق“ کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ اس طرح حدیث میں کئی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ”بِءْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ“ کا معنٰی ہے کہ کسی کو ایسے نام یا لقب سے پکارا جائے جس میں وہ اپنی ہتک محسوس کرتا ہو۔ البتہ اگر وہ کسی لقب یا نام میں اپنی تحقیر نہیں سمجھتا تو اسے اس لقب کے ساتھ پکارنے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں اس کی بھی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

(فہم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد باری تعالیٰ

نسرین سیّد

تسبیح رہے دم دم جاری، اک وِرد ہے اندر، اللہ ھُو
رگ رگ میں اُسکا نام رواں، ہر سانس کا محور اللہ ھُو

ہے کاسۂ دل چھلکا چھلکا، بارانِ کرم کچھ یوں برسا
نا کوئی سخی مرے سائیں سا، نا مجھ سا گداگر، اللہ ھُو

ہر درد کا، غم کا درماں ہے بس صبر و رضا، بس ذکرِ خُدا
اک نام جو کافی، شافی ہے، وہ اسم ہے ازبر، اللہ ھُو

اے قادرِ مطلق ربِ جہاں، ہر ذرے میں ہے حُسن ترا
ہر ایک مہک ہے تیری عطا ، یہ عُود ، یہ عنبر ، اللہ ھُو

کیا ذات مری، اوقات مری، ناچیز زباں اور حمد و ثنا ؟
اُس حرف و صدا کے مالک نے کر ڈالا سخنور، اللہ ھُو

نعت رسول ﷺ

زہے مقدر! حضورِ حق سے سلام آیا، پیام آیا
جھکاؤ نظریں، بچھاؤ پلکیں ، ادب کا اعلیٰ مقام آیا

یہ کون سر سے کفن لپیٹے چلا ہے الفت کے راستے پر ؟
فرشتے حیرت سے تک رہے ہیں یہ کون ذی احترام آیا

فضا میں لبیک کی صدائیں ، زَ فرش تا عرش گونجتی ہیں
ہر ایک قربان ہو رہا ہے ، زباں پہ یہ کس کا نام آیا

یہ راہِ حق ہے ، سنبھل کے چلنا ، یہاں ہے منزل قدم قدم پر
پہنچنا در پر تو کہنا آقا ، سلام لیجیے غلام آیا

دعا جو نکلی تھی دل سے آخر پلٹ کے مقبول ہو کے آئی
وہ جذبہ جس میں تڑپ تھی سچی وہ جذبہ آخر کو کام آیا

یہ کہنا آقا بہت سے عاشق تڑپتے سے چھوڑ آیا ہوں میں
بلاوے کے منتظر ہیں لیکن نہ صبح آیا نہ شام آیا

خدا ترا حافظ و نگہبان او راہِ بطحیٰ کے جانے والے
نویدِ صد انبساط بن کر پیامِ دار السلام آیا

رسول اکرم ﷺ کی پیاری پیاری باتیں

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

☆ طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو گرا دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

☆ کسی سے حسد نہ کرو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح برباد کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔

☆ کسی کی چغلی مت کرو۔ سب سے برے وہ لوگ ہیں جو چغلیاں کھاتے ہیں اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔

☆ کسی کو گالی یا طعنہ نہ دو اور نہ کوئی گندی بات منہ سے نکالو۔

☆ مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ اس لیے خدا کا سب سے پیارا وہ شخص ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

☆ اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

☆ مہمان کی عزت اور خدمت کرو۔

☆ جو اپنے آپ کو بڑا کہے اور اکڑ کر چلے، اللہ تعالی اس سے سخت ناراض ہوتا ہے۔

توکل علی اللہ

(ڈاکٹر محمد نجیب سنبھلی)

اللہ تعالیٰ پر توکل یعنی بھروسہ کرنا انبیاء کرام کے طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔ قرآن وحدیث میں توکل علی اللہ کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ صرف قرآن کریم میں سات مرتبہ "وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ" فرما کر مؤمنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تاکید کی گئی ہے، یعنی حکم خداوندی ہے کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو صرف اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ آیئے سب سے قبل توکل کے معنی سمجھیں۔

توکل کے لفظی معنی: کسی معاملہ میں کسی ذات پر اعتماد کرنے کے ہیں، یعنی اپنی عاجزی کا اظہار اور دوسرے پر اعتماد اور بھروسہ کرنا توکل کہلاتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں توکل کا مطلب: اس یقین کے ساتھ اسباب اختیار کرنا کہ دنیاوی واخروی تمام معاملات میں نفع ونقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی پتا درخت سے نہیں گر سکتا۔ ہر چھوٹی بڑی چیز اپنے وجود اور بقا کے لیے اللہ کی محتاج ہے۔ غرضیکہ خالق کائنات کی ذات باری پر مکمل اعتماد کرکے دنیاوی اسباب اختیار کرنا توکل علی اللہ ہے۔

اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اسے مرض سے شفایابی کے لیے دوا کا استعمال تو کرنا ہے لیکن اس یقین کے ساتھ کہ جب تک اللہ تعالیٰ شفا نہیں دے گا دوا اثر نہیں کر سکتی۔ یعنی دنیاوی اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا نظام یہی ہے کہ بندہ دنیاوی اسباب اختیار کرکے کام کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ کرے، یعنی یہ یقین رکھے کہ جب تک حکم خداوندی نہیں ہوگا اسباب اختیار کرنے کے باوجود شفا نہیں مل سکتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا بغیر باندھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: باندھو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ **(ترمذی۔ کتاب صفۃ القیامۃ)**

حضرت ایوب علیہ السلام نے جب اپنی طویل بیماری کے بعد اللہ تعالیٰ سے شفایابی کے لیے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے پیر کو زمین پر ماریں۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ کیا ایک شخص کا زمین پر پیر مارنا اس کی بیسیوں سال کی بیماری کی شفایابی کا علاج ہے؟ نہیں۔ لیکن انہوں نے اللہ کے حکم سے یہ کمزور سبب اختیار کیا، جس کے ذریعہ اللہ

تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کے زمین پر پیر مارنے سے پانی کا ایسا چشمہ جاری کر دیا جس سے غسل کرنے پر حضرت ایوب علیہ السلام کی بیسیوں سال کی بدن کی متعدد بیماریاں ختم ہو گئیں۔

اسباب تو ہمیں اختیار کرنے چاہئیں لیکن ہمارا بھروسہ اللہ کی ذات پر ہونا چاہیئے کہ وہ اسباب کے بغیر بھی چیز کو وجود میں لا سکتا ہے اور اسباب کی موجودگی کے باوجود اس کے حکم کے بغیر کوئی بھی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا، جلانے کے سارے اسباب موجود تھے مگر حکم خداوندی ہوا کہ آگ حضرت ابراہیم کے لیے سلامتی بن جائے تو آگ نے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچایا، بلکہ وہ آگ جو دوسروں کو جلا دیتی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کا سبب بن گئی۔ اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر طاقت کے ساتھ تیز چھری چلائی گئی مگر چھری بھی کاٹنے میں اللہ کے حکم کی محتاج ہوتی ہے، اللہ نے اُس چھری کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن کو نہ کاٹنے کا حکم دے دیا تھا، لہٰذا کاٹنے کے اسباب کی موجودگی کے باوجود چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن نہیں کاٹ سکی۔

اسباب وذرائع ووسائل کا استعمال کرنا منشائے شریعت اور حکم الٰہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسباب ووسائل کو اختیار بھی فرمایا اور اس کا حکم بھی دیا خواہ لڑائی ہو یا کاروبار۔ ہر کام میں حسب استطاعت اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا جائز وحلال طریقہ پر اسباب ووسائل کو اختیار کرنا، پھر اللہ کی ذات پر کامل یقین کرنا توکل علی اللہ کی روح ہے۔ اگر توکل علی اللہ کا مطلب یہ ہوتا کہ صرف اللہ کی مدد ونصرت پر یقین کرکے بیٹھ جائیں تو سب سے پہلے قیامت تک آنے والے انس وجن کے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ اس پر عمل کرتے حالانکہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا اور نہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم دیا بلکہ دشمنوں کے مقابلہ کے لیے پہلے پوری تیاری کرنے کی تاکید فرمائی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ قرآن کریم میں اللہ پر توکل یعنی بھروسہ کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ اختصار کے مد نظر یہاں صرف چند آیات کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔

"تم اُس ذات پر بھروسہ کرو جو زندہ ہے، جسے کبھی موت نہیں آئے گی" (سورۃ الفرقان ۵۸)

"جب تم کسی کام کے کرنے کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو" (سورۃ آل عمران ۱۵۹)

"جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے" (سورۃ الطلاق ۳)

"بے شک ایمان والے وہی ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ آیات ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں" (سورۃ الانفال ۳)

ہمارے نبی نے بھی متعدد مرتبہ اللہ پر توکل کرنے کی تعلیم دی ہے، حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسے توکل کا حق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس طرح رزق عنایت فرماتے جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح سویرے خالی پیٹ نکلتے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔ **(ترمذی)**

مشاہدہ ہے کہ پرندوں کو بھی رزق حاصل کرنے کے لیے اپنے گھونسلوں سے نکلنا پڑتا ہے، لیکن رزق دینے والی ذات صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے۔

"جب کسی ک لیے دل میں نفرت
پیدا ہونے لگے، تو فورا اس کی
اچھائیاں یاد کر لیا کرو۔"

ذو النورين عثمان بن عفان
رضي الله عنه

خلیفہ سوم، پیکر جود وسخا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار جنت کی بشارت دی اور آپ رضی اللہ عنہ کو "عشرہ مبشرہ" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں حضرت سیدہ رقیہؓ اور حضرت سیدہ ام کلثومؓ کے ساتھ یکے بعد دیگرے نکاح کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ کو "ذوالنورین" بھی کہا جاتا ہے۔

آپؓ نے خلیفہ اوّل سیدنا صدیق اکبرؓ کی دعوت پر اسلام قبول کرتے ہوئے اپنے آپ کو "نورِ ایمان" سے منور کیا، طبقات ابن سعد کے مطابق آپؓ اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے نمبر پر ہیں جس کی وجہ سے آپؓ "السابقون الاوّلون" کی فہرست میں بھی شامل ہیں، آپؓ حافظ قرآن، جامع القرآن اور ناشر القرآن بھی ہیں۔ ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ہر نبی کا ایک ساتھی ورفیق ہوتا ہے میرا ساتھی جنت میں عثمان غنیؓ ہو گا۔

امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ نے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ ہمارے پاس آتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لباس درست فرمالیتے اور فرماتے تھے کہ میں اس (عثمان غنی) سے کس طرح حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

اسلام کی خاطر دومرتبہ ہجرت کرنے کی وجہ سے آپ کا لقب "ذوالہجرتین" بھی ہے آپؓ کا ظاہری حسن دو عظیم المرتبہ انبیاء کرام علیہما السلام سیدنا ابراہیمؑ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا۔ آپ کا نام عثمان اور لقب ذوالنورین ہے، آپؓ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفید رنگ، خوبصورت وباوجاہت اور متوازن قدو قامت کے مالک تھے، گھنی داڑھی اور دراز زلفوں کی وجہ سے سیدنا عثمان غنیؓ جب لباس زیب تن کر کے "عمامہ" سے مزّین ہوتے تو انتہائی خوبصورت معلوم ہوتے اعلیٰ سیرت وکردار کے ساتھ ساتھ اپنی ثروت وسخاوت میں مشہور اور "شرم وحیا" کی صفت میں بے مثال تھے۔

شروع ہی سے بڑے پیمانے پر تجارت کی بدولت آپؓ کا شمار "صاحب ثروت" لوگوں میں ہوتا تھا، آپؓ عمدہ لباس اور لذیذو نفیس غذاؤں کے عادی تھے لیکن اس سب کے باوجود آپؓ کی طرزِ زندگی سادگی سے عبارت تھی۔ رہن سہن، اخلاق واطوار اور کردار میں آپؓ کا ہر کام "سنت نبویؐ" سے ہی آراستہ ومزین ہوتا، ایک مرتبہ وضوء سے فارغ ہو کر مسکرائے تو لوگوں نے اس

موقع پر مسکراہٹ کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کے بعد اسی طرح مسکراتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت سیدہ امّ کلثومؓ کا نکاح بھی سیدنا عثمان غنیؓ سے کر دیا اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرائیل امین علیہ السلام ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی (ام کلثومؓ) کا نکاح بھی آپؓ (عثمانؓ) سے کردوں دوسری بیٹی سیدہ حضرت ام کلثومؓ کی وفات کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں اور ایک روایت کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری سو بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان کو سیدنا عثمان غنیؓ کے نکاح میں دیتا۔

حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اوّل شب سے طلوع فجر تک ہاتھ اٹھا کر سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کیلئے دُعا فرماتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے! اے اللہ میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! اے عثمان اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں جو تجھ سے ہو چکے یا قیامت تک ہونگے۔

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ ایک مدت تک ”کتابتِ وحی“ جیسے جلیل القدر منصب پر بھی فائز رہے... اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط وغیرہ بھی لکھا کرتے تھے، حضرت عثمان غنیؓ کی یہ حالت تھی کہ رات کو بہت تھوڑی دیر کیلئے سوتے تھے اور تقریباً تمام رات نماز و عبادات میں مصروف رہتے، آپؓ ”صائم الدہر“ تھے، سوائے ایام ممنوعہ کے کسی دن روزہ کا ناغہ نہ ہوتا تھا، جس روز آپؓ شہید ہوئے اس دن بھی آپؓ روزہ سے تھے، ہر جمعۃ المبارک کو دو غلام آزاد کرتے۔

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دیا۔ خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروقؓ قاتلانہ حملہ میں شدید زخمی ہونے کے بعد جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ان سے درخواست کی کہ آپؓ اپنا جانشین و خلیفہ مقرر فرمادیں. سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے ”عشرہ مبشرہ“ صحابہ کرامؓ میں سے چھ نامور شخصیات کو نامزد کر کے ”خلیفہ“ کے انتخاب کا حکم دیا. بالآخر حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے خفیہ رائے شماری کے ذریعہ حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ نامزد کیا۔

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں خاص طور پر یہ باتیں ارشاد فرمائیں:

اے لوگو! نیک کام کرو، کیونکہ صبح و شام کوچ کرنا ہو گا، دنیا مکر و فریب میں لپٹی ہوئی ہے اس کے قریب بھی نہ آؤ، گزری ہوئی باتوں سے عبرت حاصل کرو۔

حضرت عثمان غنیؓ کا دور خلافت بے مثال اصلاحات اور رفاعی مہمّات سے عبارت ہے، سادہ طرز زندگی، سادہ اطوار، اعلیٰ اخلاق، عام آدمی تک رسائی، ظلم وجور سے نفرت، زیادتی اور تجاوز سے دوری آپؓ کے شاہکار کارناموں میں شامل ہے، آپؓ کے پہلے چھ سال فتوحات و کامیابی و کامرانی کے ایسے عنوان سے عبارت ہیں کہ جن پر اسلام کی پوری تاریخ فخر کرتی رہے گی۔

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ !اے عثمان !اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمص پہنائیں گے، جب منافق اس خلافت کی قمص کو اتارنے کی کوشش کریں تو اس کو مت اتارنا یہاں تک کہ مجھے آملو (شہید ہو جاؤ) چنانچہ آخری وقت میں جب باغیوں اور منافقوں نے آپؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ !مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا (منافق خلافت کی قمص اتارنے کی کوشش کرینگے تم نہ اتارنا) چنانچہ میں اس عہد پر قائم ہوں اور صبر کر رہا ہوں، ۳۵ھ ذیقعدہ کے پہلے عشرہ میں باغیوں نے آپؓ کے گھر کا محاصرہ کیا. حافظ عماد الدین نے "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ باغیوں کی شورش میں حضرت عثمان غنیؓ نے صبر واستقامت کا دامن نہیں چھوڑا. محاصرہ دوران چالیس روز تک آپؓ کا کھانا اور پانی باغیوں نے بند کر دیا اور ۱۸ ذوالحجہ کو چالیس روز سے بھوکے پیاسے ۸۲ سالہ مظلوم مدینہ خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنیؓ کو جمعہ المبارک کے روز، قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے روزہ کی حالت میں انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے ۱۲ دن کم ۱۲ سال تک ۴۴ لاکھ مربع میل کے وسیع وعریض خطہ پر اسلامی سلطنت قائم کرنے اور نظام خلافت کو چلانے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

مسلم سائنسدانوں کی روشن ایجادات

(سوشل میڈیا)

کافی کے بیج، منبر، باغات، یونیورسٹی اور آبزرویٹری میں کیا چیز مشترک ہیں؟ لیونارڈو ڈی ونچ اور فیبونیسی کو پرواز اور نمبرز کا خیال کہاں سے آیا؟ یہ سب اس پُر کشش مسلم تہذیب کی کرامات ہیں جس وقت یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا تو مسلمان سائنسی اور ثقافتی دریافت کے روشن باب تحریر کر رہے تھے۔

اس سے قطع نظر کہ اب یورپ مسلمانوں سے سائنسی لحاظ سے صدیوں آگے نکل چکا ہے تاہم مسلم تاریخ کے اس روشن دور کی چند ایسی اہم ایجادات کا احوال جاننا یقیناً دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا جس نے آج کی جدید ترین دنیا کی بنیاد رکھی اور آج ٹیکنالوجی کے لحاظ سے انسانی تاریخ کے سب سے اہم ترین دور سے مستفید ہو رہے ہیں۔

کافی:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ کافی جو آج دنیا کے مقبول ترین مشروبات میں سے ایک ہے، درحقیقت مسلمانوں کی ایجاد ہے اور یہ کسی سائنسدان کا نہیں بلکہ عام چرواہے عرب کا کارنامہ ہے، جو اپنے جانوروں کو چرا رہا تھا کہ اسے ایک نئے طرز کا بیری ملا اور انہیں

ابالنے کے بعد نیا میں پہلی بار کافی تیار ہوئی۔ اس مشروب کی تیاری کا یہ پہلا ریکارڈ ہے جس کے بعد بیج ایتھوپیا سے یمن پہنچا جہاں صوفی بزرگ اہم مواقعوں پر اسے پی کر ساری رات جاگتے تھے، پندرہویں صدی کے اختتام تک یہ مشروب مکہ اور ترکی سے ہوتا ہوا ۱۶۴۵ میں یورپی شہر وینس اور پھر دیگر ممالک تک پہنچ گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ لندن میں پہلا کافی ہاؤس بھی ایک ترک شخص نے ہی اوپن کیا۔

کیمرہ:

قدیم یونانیوں کا خیال تھا کہ ہماری آنکھیں کسی لیزر کی طرح شعاعیں خارج کرتی ہیں جس کے باعث ہم دیکھ پاتے ہیں تاہم جس

شخص نے سب سے پہلے یہ جانا کہ روشنی آنکھوں سے نکلتی نہیں بلکہ داخل ہوتی ہے وہ دسویں صدی کے مسلم سائنسدان ابن الہیثم تھے اور اسی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے پہلا پن ہول کیمرہ ایجاد کیا اور پہلی لیب کو تشکیل دیا۔

سرجیکل آلات:

جدید عہد کے متعدد سرجیکل آلات کی بنیاد دسیویں صدی کے مسلم سرجن الظواہری نے رکھی، ان کے نشتر، قینچیاں اور دیگر

دوسو آلات کی اہمیت کو آج کے عہد کے سرجن بھی مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے زخموں کو ٹانکے لگانے والا ایسا دھاگا بھی تیار کیا جو قدرتی طور پر جسم سے الگ ہو جاتا تھا جبکہ انہوں نے کیپسول بھی ایجاد کیا، اسی طرح تیرہویں صدی میں ایک اور مسلم طبی ماہر ابن نفیس نے دوران خون کی وضاحت کی جبکہ مسلم ڈاکٹروں نے افیون اور الکحل کے امتزاج سے ایسی سوئیاں تیار کیں جس سے کسی کو بھی بے ہوش کیا جا سکتا تھا اور یہ تیکنیک اب بھی استعمال ہو رہی ہے۔

نمبر اور الجبرا:

دنیا بھر میں نمبروں کا سسٹم ممکنہ طور پر ہندوستان میں سامنے آیا مگر نمبروں کا یہ انداز عربی کا ہے اور یہ پہلی بار کاغذ پر ایک مسلم

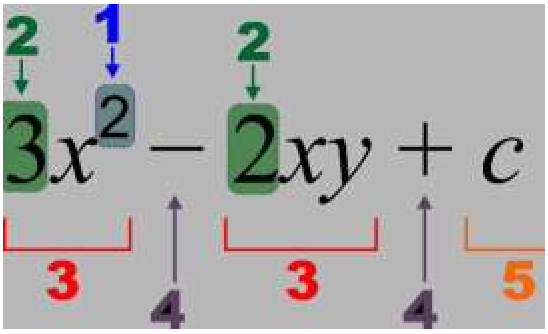

ریاضی دان الخوارزمی اور ال کیندی نے 825 میں استعمال کیا، الجبرا کا نام بھی الخوارزمی کی کتاب الجبر کے نام پر رکھا گیا جو تاحال استعمال ہو رہا ہے۔ مسلم ریاضی دانوں کا کام تین سو سال بعد اطالوی ماہر فیبونسی کے ذریعے یورپ پہنچا، اسی طرح تکون اور الگورتھم کی تھیوری بھی مسلم دنیا سے ہی سامنے آئی۔

مشینیں:

شافٹ ایک ایسی ڈیوائس ہے جس کو جدید عہد کی مشینری میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے اور انسانی تاریخ کی اہم ترین

مکینیکل ایجادات میں سے ایک مسلم انجینئر الجرازی نے کی جس کے ذریعے پانی کو کنویں کی تہہ سے اوپر لاکر آبپاشی کا استعمال کیا جاسکتا ہے، ۱۲۰۶ میں ان کی کتاب سے ثابت ہوتا ہے والوز اور پسٹن کو بھی انہوں نے ایجاد کیا جبکہ انہیں روبوٹکس کا بانی بھی قرار دیا جاتا ہے۔

دورِ حاضر میں تعلیم کا نیا انداز

(ڈاکٹر ارم حفیظ)

ایک طرف نجی اسکولوں کی بڑھتی، ہوش ربا فیسیں اور کیمبرج وانٹرنیشنل نظامِ تعلیم سے ناواقفیت کا رونا ہے تو دوسری طرف سرکاری اور نجی دونوں سطح پر گرتے معیارِ تعلیم کا شکوہ ہے۔ ایسے میں والدین کے لیے یہ فیصلہ کرنا بے حد مشکل ہے کہ اپنے بچوں کے لیے کون سا اسکول اور کالج صحیح رہے گا۔

اس بارے میں والدین کا کہنا ہے کہ نجی سطح پر قائم اسکول ایک لگے بندھے نظریہ تعلیم کا شکار نظر آتے ہیں۔ ان درسگاہوں کے طلبا کی زندگی کا واحد مقصد امتحانات میں کامیابی اور اعلیٰ گریڈز کا حصول ہے۔ یہ وہ محدود نکتہ نظر ہے جو ان اسکولوں میں زیرِ تعلیم بچوں کو زندگی کے گراں قدر تجربات سے محروم کر دیتا ہے اور ان کی زندگی محض اسکول، ٹیوشن، کلاس ورک، ہوم ورک اور امتحان کی تیاری کے لیے وقف ہو جاتی ہے۔

اس رویے سے جو چیز سب سے زیادہ متاثر ہوتی ہے وہ بالخصوص بچوں، نوجوانوں اور بالعموم گھرانوں کا طرزِ زندگی ہے۔ ذرا سوچیے اچھے گریڈز کی قیمت یہ ہو کہ نہ تو بچے اپنی نیند پوری کر پائیں، نہ باقاعدگی سے کھیلیں کو دیں اور نہ ہی بھرپور طریقے سے زندگی کا لطف اٹھا پائیں۔

زندگی کی لطافتوں سے محروم یہ بچے مختلف نفسیاتی اور جسمانی بیماریوں کا بھی شکار نظر آتے ہیں۔ ان کی زندگی کا واحد مقصد پہلے امتحانات میں اعلیٰ نتائج اور پھر حسبِ منشا ملازمت کا حصول ہوتا ہے۔ تاہم آج کی سیماب صفت دنیا میں جہاں پیشہ ورانہ تقاضے اور معیشت تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے وہیں محض اسکول اور کالج کی روایتی نصابی تعلیم، پیشہ ورانہ مسابقت کی دوڑ میں کامیابی کی ضمانت نہیں۔ ضرورت ہے تو انفرادی و تخلیقی صلاحیتوں کو جِلا دینے کی اور جذباتی و نفسیاتی طور پر ایسے مضبوط اور فعال افراد کو تیار کرنے کی جو معاشرے میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔

آج کا دور متقاضی ہے ایسے افراد کا جو بہادر ہوں، مضبوط قوتِ فیصلہ اور قوتِ ارادی کے حامل، باصلاحیت اور ذمہ دار بھی ہوں۔

اس بارے میں سلمان آصف صدیقی، ڈائریکٹر ریسورس ڈیولپمینٹ سینٹر کا کہنا ہے کہ موجودہ دور میں ہم نے علمی اور خاندانی لگاؤ کو گریڈ اور امتحانی لگاوٹ سے تبدیل کر دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج کا بچہ اور نوجوان ہمہ وقت ایک دوڑ میں مصروف نظر آتا ہے۔ وقت اور زندگی کے مقاصد سے محروم، اکثر ملک کے مستقبل کے یہ معمار، خود ساختہ تنہائی، بے چینی اور مایوسی کا شکار نظر آتے ہیں۔

گریڈز اور نمبروں کی دوڑ میں پورا دن ہلکان ہوتے، مسابقت کا شکار یہ بچے اور ان کے والدین، اپنی توانائیاں، سرمایہ اور وقت کا ایک بہت گراں قدر حصہ، ٹیوشن سینٹروں اور اسکول و کالج کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جس کا مقصد تو بہر حال بہتر نتائج کا حصول ہے، تاہم اس کے بدلے میں وہ متوازن فکر، صحتمند مشاغل، سیر و تفریح اور کھیل کود کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ قدرت کی رعنائیوں اور انسانی رشتوں سے دُور وہ اس کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کو جِلا دینے میں بھی یکسر ناکام رہتے ہیں۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر کار اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

موجودہ ڈیجیٹل دور میں جہاں تقریباً ہر مضمون کے لیے، چاہے وہ سائنس ہو، آرٹس یا کامرس ہر قسم کا مواد، سوال، ویڈیو اور آن لائن کلاسیں با آسانی یوٹیوب اور خان اکیڈمی جیسی اَن گنت ویب سائٹس پر موجود ہیں اور تو اور دنیا کی چوٹی کی جامعات نے سیکڑوں آن لائن کورس مفت یا معمولی فیس میں کروانا شروع کر دیے ہیں، ایسے میں اسکول، کالج اور ٹیوشن سینٹروں میں روایتی طرزِ تعلیم کا غلام بننا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں والدین کی ایک بڑی تعداد ہوم اسکولنگ اور خود مختار طرزِ تعلیم کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ اس حوالے سے کئی والدین اور طلبا نے اپنے واٹس ایپ گروپس اور آن لائن پلیٹ فارم تشکیل دیے ہیں۔ گو ان کا دائرہ کار پاکستان میں ہنوز محدود ہے، تاہم اسے ایک مثبت تبدیلی کی ابتدا کہا جا سکتا ہے۔

آزادانہ، کسٹمائزڈ نظامِ تعلیم کے حامی یہ لوگ، نامیاتی خوراک، قدرتی ماحول اور فطری طرزِ زندگی کے داعی ہیں۔ ان کے بقول گھر سے بہتر کوئی درسگاہ نہیں۔ روایتی کلاسوں کے بجائے قدرتی ماحول اور امتحانات کی جگہ پراجیکٹ پر مبنی تجرباتی تعلیم (ایکسپیریمنٹل لرننگ) میں ہی مستقبل چھپا ہے۔

اس حوالے سے کراچی میں تقریباً 2 اسکول ایسے ہیں جنھوں نے پراجیکٹ پر مبنی غیر روایتی طرزِ تعلیم کی بنیاد رکھی ہے اور بچوں کو روایتی مضامین، فرسودہ طرزِ تعلیم اور کلاسوں میں محدود کرنے کے بجائے، زندگی کا سبق پڑھنے کے لیے فطری طرزِ تعلیم کا نظریہ پیش کیا ہے۔

اس بارے میں جب ان اسکولوں میں سے ایک اسکول کی بانی اور ماہرِ تعلیم سے بات کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ انہیں اس اسکول کے قیام کا خیال اس وقت آیا جب ذاتی سطح پر اپنے بچوں کی تعلیم میں انہیں اسکولوں کے حوالے سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔
بقول بانی، ان کے گھر کا ماحول فکری آزادی کا قائل تھا اور بچوں کی تربیت اس انداز میں ہوئی تھی کہ بچے کو سوال کرنا اور اختلافِ رائے رکھنا سکھایا گیا تھا، ایسے میں روایتی اسکولوں میں جب ان کے بچوں کو سوال کرنے اور استاد سے مباحثے پر سرزنش کی گئی تو ان کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ اپنی تعلیم کو بروئے کار لاتے ہوئے ایل ٹو ایل پراجیکٹ کی بنیاد رکھی جائے۔ ان کے نزدیک بچے آزاد پیدا ہوئے ہیں اور وہ والدین و اساتذہ کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، لہٰذا ان کی اخلاقی، علمی اور انفرادی تربیت ایک آزاد، خود مختار اور باصلاحیت انسان کے طور پر ہونی چاہیے اور اس میں اولین ذمہ داری والدین اور خاندان کی ہے۔
ان کے اسکول میں اساتذہ اور والدین کی رہنمائی میں ہر بچے کو اپنے رجحان کے مطابق، مضامین چننے، کھیلنے کودنے، سوچنے اور تخلیقی صلاحیتوں کو اپنے انداز، معیار اور رفتار سے تکمیل کرنے کی پوری آزادی ہوتی ہے۔ مسابقت کے بجائے مفاہمت اور معاونت کی فضا کو فروغ دیتے ہوئے بچوں کو زندگی گزارنے کا ہنر سیکھنے، فیصلے کرنے اور مسائل کو حل کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔
سچ تو یہ ہے کہ بحیثیت ایک معلم میرے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد متوازن اور بااعتماد نوجوان نسل کی تعمیر ہے۔ ایسے نوجوان جو بدلتے وقت اور حالات کے ساتھ خود کو ڈھالنے کا ہنر جانتے ہوں اور ایسے اساتذہ جو کتابی علم کو عملی زندگی کے تجربوں کی بھٹی میں پگھلا کر طلبا کے لیے مشعلِ راہ بن سکیں، آج تقریباً ناپید ہیں۔ روایتی میٹرک، انٹر اور مقامی نظامِ تعلیم کی کجی کو دیکھتے ہوئے جو درآمد شدہ کیمبرج اور انٹرنیشنل نظامِ تعلیم ہم نے رائج کیا تھا وہ ہمارے تعلیم کے معیار کو تو کیا سنوارتا، بنیادی تربیت اور علم و تدریس کی روح کو بھی لے ڈوبا۔
نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم ہر سطح پر اس تعلیم کی تباہ کاریاں دیکھ رہے ہیں جو انسان کو محض اپنی ذات، خواہشات، گریڈز اور نمبروں کا اسیر بنا کر زندگی کی رعنائیوں اور مقصدِ حیات سے دُور کر دیتی ہے۔
درحقیقت ایسی تعلیم سوائے بوجھ کے کچھ بھی نہیں لیکن سب کچھ جانتے ہوئے بھی ہم خائف ہیں، جی ہاں ہم نئے متبادل اندازِ تعلیم سے ڈرتے ہیں کہ جو والدین، کمیونٹی اور گھر کے کردار کو بچوں کی تعلیم و تربیت میں کلیدی قرار دیتا ہے اور ناکامی کو سیکھنے کی شرط اور ہار کو جیت سے اہم گردانتا ہے۔ تعلیم کا مقصد خود شناسی بتاتا ہے نہ کہ محض ملازمت اور ڈگری کا حصول۔ اسی خوف کے زیرِ اثر ہم نجی اسکولوں، کیمبرج بورڈز اور ٹیوشن سینٹروں کے ہاتھوں لُٹ رہے ہیں اور اس وقت تک لٹتے رہیں گے جب تک کہ ہم اپنی راہ اور اپنی سمت کا درست تعین نہیں کر لیتے۔

بولتی تصاویر

(صائمہ تسمیر)

کہتے ہیں کہ تصویریں بولتی ہیں، مگر ہمیں ادراک ہوا کہ کچھ تصویریں صرف بولتی ہی نہیں بلکہ چیختی ہیں اور ان کی چیخ آپ کو لرزا کر رکھ دیتی ہے۔ آپ چاہتے ہوئے بھی ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے، آپ کھانا کھانے بیٹھیں یا کسی بات پر آپ کا ہنسنے یا بے ساختہ قہقہہ لگانے کا دل چاہے تو عین اسی لمحے وہ چیختی چنگھاڑتی تصویریں سامنے آجاتی ہیں، پھر کہاں کی بھوک اور کہاں کی ہنسی؟

آیئے! چشمِ تصور سے کچھ ایسی ہی چیختی تصویریں دیکھتے ہیں۔

میرے سامنے یہ آنکھوں میں آنسو سجائے کسی ماں کا لعل ہے، بمشکل چار سالہ معصوم، جس کی شکوہ کناں اداس نظریں دل چیر کر رکھ دیتی ہے۔ وہ سراپا سوال بنا نظر آتا ہے کہ اے شہر اماں کے رہنے والو! میرا جرم تو بتاتے جاؤ، میرے ماں باپ مجھ سے کیوں چھین لیے گئے، میرے پیارے گھر کو کیوں جلا دیا گیا، میرے بہن بھائی، دوست، میرے کھلونے کہاں کھو گئے؟

میں اس ننھے فرشتے کے سوالات سے گھبرا کر آگے بڑھتی ہوں تو دس سالہ فاطمہ کی پتھرائی آنکھیں میرے قدم جکڑ لیتی ہیں۔ فاطمہ جیسے اس لمحے میں قید ہو کر رہ گئی ہے، جس لمحے اس کے گھر کو ماں باپ سمیت برمی درندوں نے آگ لگا دی تھی۔ اس کی

خوش قسمتی یا بد قسمتی کہ وہ گھر سے باہر کھیتوں میں سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی یوں ان بھیڑیوں کے ہاتھوں ذبح ہونے سے بچ گئی۔ پھر جان بچا کر بھاگنے والوں کے ساتھ بنگلہ دیش پہنچ گئی، جہاں نہ اس کی پیار کرنے والی ماں موجود ہے، نہ ہی اس کے لاڈ اٹھانے والا شفیق باپ۔ وہ ہر چہرے میں اپنے ماں باپ کو کھوجتی ہے۔ بھوک کے عالم میں ماں کی ہاتھ کے بنے لذت بھرے کھانوں کی یاد تڑپا کر رکھ دیتی ہے۔ والدین کے شفقت بھرے لمس کو ترستی فاطمہ کی آنکھوں کی ویرانی دیکھی نہیں جاتی، جس کی ہنستی بستی دنیا اجاڑ دی گئی۔ اس کی اداس آنکھوں میں رقم ان گنت سوالات سے جسم میں بجلی سی دوڑ گئی۔

میں فوراً آگے بڑھی تو دیکھتی ہوں کہ ایک اور داستانِ الم مجسم میرے سامنے ہے۔ جسے بیان کرنے کے لیے کسی لفظ کے سہارے کی ضرورت نہیں۔ یہ چار سال سے دس سال تک کے لاوارث یتیم معصوموں کی اجتماعی تصویر ہے، جن کے ماں باپ کو جلا دیا گیا، ذبح کر دیا گیا یا وہ راستے میں جان کی بازی ہار گئے۔ ان بچوں کی تعداد گیارہ ہزار تک بتائی جارہی ہے۔ ان میں کوئی عبد اللہ ہو گا، کوئی عبد الرحمٰن تو کوئی یوسف و ابراہیم، جن کے ماں باپ نے ان کی پیدائش پر خوشیاں منائی ہوں گی۔ اپنے بچے کے بہترین مستقبل کے خواب دیکھے ہوں گے، انہیں زمانے کے سرد و گرم سے بچانے کی مقدور بھر سعی کی ہو گی، اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے لختِ جگر کی فرمائش پوری کی ہو گی۔ یہاں فاطمہ و زینب اور عائشہ و کلثوم بھی جابجا نظر آتی ہیں، جن کی کھلکھلاہٹ کہیں گم ہو گئی ہے، جن کے ناز نخرے اٹھانے والا، انہیں زبردستی کھانا کھلانے والا کوئی نہیں ہے۔ کوئی اللہ کا بندہ چند نوالے کھلا دے تو ٹھیک، ورنہ ان کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں۔ ان معصوموں پر ٹوٹی قیامت دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ان کی آنکھوں میں غموں نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ ان کے کھیلنے کودنے اور شرارت کرنے کے دن تھے، مگر سفاکوں نے ان کی ہنسی چھین لی، غم جیسے ان کی آنکھوں میں ٹھہر سا گیا ہے۔ انہیں محبت بھرے آشیانے، کھانے اور دواؤں کی ضرورت ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر سینکڑوں معصوم جان کی بازی ہار رہے ہیں۔ ان کی زندگی ایک سوالیہ نشان بن گئی ہے، یہ ذہنی و جسمانی صدمے سے دوچار بچے منتظر آنکھوں سے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔

ان معصوموں سے نظریں چراتے ہوئے آگے بڑھی تو روہنگیا بچے اپنی ڈرائنگ دکھاتے نظر آئے۔ کسی نے ان کی ذہنی حالت کی بہتری کے لیے کلر پینسل اور کاغذ دیے ہوں گے کہ بچے کچھ دیر کے لیے رنگوں سے کھیل کر خوش ہو جائیں گے۔ ہمارے بچے تو اپنی پسندیدہ پھل، جانور یا کوئی خوب صورت منظر بنا کر رنگوں سے سجاتے ہیں، لیکن ان بچوں کی زندگی کی طرح ان کی ڈرائنگ بھی نارمل نہیں تھی۔ تمام بچوں نے اپنی آنکھوں دیکھی وحشیانہ بربریت کی عکاسی کی ہوئی تھی۔ اس سفاکیت نے ان کے تخیل سے وادی اراکان کی خوب صورتی اور سبزہ زار کو محو کر کے آگ و بارود کی بو بھر دی تھی۔ موت کے سوداگر برمی فوج، جلتے گھر، اجڑی بستیاں، سر بریدہ لاشیں ہی ان کے تخیل میں سمائی ہوئی تھی۔ جس کا اظہار انہوں نے اس سلیقے سے کیا کہ دیکھنے والے اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ پائے۔ شاید یہ بچے تا حیات ان دہشت ناک مناظر کو بھلا نہ پائے۔

کوئی تو ان بولتی تصویروں میں چھپے درد کو محسوس کرے؟ کوئی تو ان کے دکھوں کا مداوا کرے؟ ان کی جگہ ہمارا کوئی عزیز ہوتا تو کیا ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے؟ اگر ان معصوموں نے بروز حشر سوال کر لیا کہ **بای ذنب قتلت**؟ ان مظلوموں نے ہمارا گریبان پکڑ لیا کہ ہمیں کس جرم کی سزا دی گئی؟ تو کیا جواب ہو گا ہمارے پاس؟

اہلِ قلم

داستان سرائے کو جانے والی سڑک ویران ہوئی۔ داستان سرائے کے دروازے پر اب کوئی دستک نہیں ہوا کرے گی کیونکہ وہ مکین، جو اس گھر کا ادبی حوالہ تھے، رخصت ہوئے۔ پہلے اشفاق احمد گئے اور اب بانو قدسیہ بھی چلی گئیں۔

داستان سرائے صرف ایک گھر کا نام نہیں تھا بلکہ اردو ادب میں جداگانہ عہد کی علامت بھی تھی، جس سے جذباتی طور پر جڑے ہوئے لوگوں کی تعداد بے شمار ہے۔ کئی اس اسلوبِ ادب کے ناقد بھی بنے، مگر اہم بات یہ ہے کہ بانو قُدسیہ کے تخلیق کیے ہوئے ادب کو کئی نسلیں اب موضوع گفتگو بنائیں گی۔

نئی صدی کا پہلا برس تھا، جب میں نے بانو قُدسیہ کا شہر آفاق ناول ''راجہ گدھ'' پڑھا، جسے پڑھنے کے بعد عجیب سی بے چینی ہوئی۔ یہ وہ زمانہ ہے، جب میں ہائی اسکول کا طالب علم تھا۔ ذہن کچا پکا تھا، مگر اس ناول کو پڑھ کر احساس ہوا کہ اس میں کوئی بات ہے جو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

اسکول کے طالب علم کا دل نیا نکور ہوتا ہے، نہ سمجھ آنے والی اُداسی بھی دل کو گھیرے رکھتی ہے، بانو قدسیہ کی کتابیں پڑھتے ہوئے یہ اُداسی اور بڑھ جایا کرتی تھی۔ بالخصوص بانو قُدسیہ کا ناول ''راجہ گدھ'' اور مسافر خانے میری اداسی کو بڑھاتے ہیں، کیونکہ ان تینوں کا تعلق ایک ہجرت زدہ مسافر سے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بانو قدسیہ کے گھر کا نام بھی داستان سرائے تھا۔ سرائے موجود ہے، داستان رخصت ہوئی۔

بانو قدسیہ نے سب سے زیادہ ناول لکھے، جن کی تعداد ۳۰ سے زیادہ ہے، پاکستان ٹیلی وژن کے لیے لکھے گئے ڈرامے اور نان فکشن تصانیف کی تعداد علیحدہ ہے۔ فکشن میں ان کا بنیادی حوالہ "راجہ گدھ" اس لیے بنتا ہے کہ اس کے ذریعے پاکستان میں ایک نئے اسلوب ادب نے جنم لیا۔ یہ ناول بانو قُدسیہ کی عالمی شہرت میں اضافے کا باعث بھی بنا۔

امریکا میں جب پوری دنیا کے مقامی ادب کا احاطہ کر کے ایک عالمی انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا گیا، تو اس میں اردو ادب کے صرف دو نام تھے، جن میں سے ایک بانو قدسیہ کا تھا۔ ہندوستان کی تقسیم کے وقت جس طرح امرتا پریتم نے اپنی جنم بھومی سے کوچ کیا، اسی طرح بانو قدسیہ بھی قیام پاکستان کے وقت، ہجرت کر کے لاہور آن بسیں۔

۱۹۸۱ میں لکھے جانے والے ناول "راجہ گدھ" کی مقبولیت کا سفر آج بھی جاری ہے، جس کا اندازہ آپ اس بات سے ہی لگا سکتے ہیں کہ انہی دنوں ایک مصنف غلام حسین غازی نے بانو قدسیہ کے ناولوں پر تنقیدی جائزہ پیش کیا، جو کتابی صورت میں دستیاب بھی ہے، یہ اس بات کی گواہی ہے کہ ناقد ہو یا مداح، کوئی بھی اس ناول کے اثر سے بچ نہ پایا۔

حتیٰ کہ اشفاق احمد نے بھی ایک موقع پر کہہ دیا کہ بانو قدسیہ مجھ سے بہتر لکھتی ہیں۔ بانو قُدسیہ کے کرداروں کی سب سے اعلیٰ مثال یہ تھی کہ وہ بانو قُدسیہ کی شخصیت سے جدا تاثر دیتے تھے، اس تناظر میں ناول راجہ گدھ ان کے فن کی بلندی کا ثبوت ہے۔

غزل

جب یاد آئے تو سمجھانا
آنسو آئیں تو پی جانا
جب دل گھبرائے چپ رہنا
کچھ کہنا ہو تو، مت کہنا!
اس بستی میں کیوں صدیوں سے دستور یہی ہے جینے کا
ہر پھول یہاں مرجھاتا ہے
ہر اک پتا گر جاتا ہے
کہساروں کا ستھرا پانی
اشکوں کی طرح بہہ جاتا ہے
اس بستی میں کیوں صدیوں سے دستور یہی ہے جینے کا
ہر صبح کلی کے ہاتھوں سے
شبنم کا دیا گر جاتا ہے
دھیرے سے کلی مسکاتی ہے
اک پھال نیا کھل جاتا ہے
اس بستی میں کیوں صدیوں سے دستور یہی ہے جینے کا
ہر شب جو خواب دکھاتا ہے
ہر صبح کو جوت جگاتا ہے
وہ کون ہے کیا سمجھاتا ہے
کیوں اپنا آپ چھپاتا ہے
اس بستی میں کیوں صدیوں سے دستور یہی ہے جینے کا

اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے

ایک دفعہ ایک بادشاہ اپنے صاحب تدبیر وزیر کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ جو ہر معاملے میں بادشاہ کو اچھا مشورہ دیتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ہر بات پر یہ ضرور کہتا کہ "اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے"

بادشاہ اس کی ہر بات سن لیتا مگر کسی وقت اس کی بات اسے ناگوار بھی محسوس ہوتی۔ ایک دن شکار کی غرض سے دونوں سفر پر روانہ ہوئے اچانک چند خوں خوار جانوروں نے جنگل میں ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں محافظ تو سارے مارے گئے لیکن بادشاہ شدید زخمی ہو گیا جبکہ وزیر کو کہیں بھی چھوٹ نہ آئی وزیر نے بادشاہ کی حالت دیکھی تو کہا اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ اسے میری حالت کا ذرا بھی خیال نہیں اور میرے زخمی ہونے میں بھلا خدا کی کیا حکمت ہو سکتی ہے۔ اس نے وزیر کو اسی وقت نزدیک اندھے کنویں میں ڈال دیا، تو اس پر بھی وزیر نے کہا خدا جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ بادشاہ اس کی باتوں پر پیچ و تاب کھاتا ہوا آگے چلا گیا ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ بادشاہ کو چند لوگوں نے گھیرے میں لے لیا

لوگوں نے کہا کہ ہمارے قبیلے کا رواج ہے کہ جو شخص سرِ شام ہماری حدود میں داخل ہو ہم اسے اپنے دیوتا کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اس لئے اب تمہیں بھی دیوتا کی بھینٹ چڑھایا جائے گا، لیکن جب انھوں نے بادشاہ کے زخموں کو دیکھا تو اسے چھوڑ دیا کہ ہم قربانی میں صحت مند انسان دیوتا کو چڑھاتے ہیں۔ تم زخمی ہو، اس لیے چلے جاؤ۔ بادشاہ کو فوراً وزیر کی بات یاد آ گئی کہ اللہ جو بھی کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ وہ فوراً واپس گیا وزیر کو کنویں سے نکلوایا، جب وزیر کنویں سے باہر آیا تو بادشاہ نے اسے پوری داستان سنائی اس پر وزیر نے کہا کہ آپ کو مجھے یہاں پھینک کر جانا بہتری سے خالی نہ تھا اگر میں آپ کے ساتھ ہوتا تو قبیلے والے مجھے یقیناً بھینٹ چڑھا دیتے، کیونکہ مجھے زخم نہیں لگا۔ وزیر کی بات سن کر بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، انسان بہت ناشکرا ہے، اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور بے صبرا ہو جاتا ہے۔

"سچ ہے جو اللہ کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔"

دلچسپ اور عجیب

دیکھنے میں یہ بالکل اصلی لگتے ہیں مگر یہ پھول شکر سے بنائے گئے ہیں۔(تصاویر:لوسیانا گونزالیز)

اس تصویر میں دکھائی دینے والے پھول بظاہر اصلی لگتے ہیں لیکن درحقیقت یہ شکر سے بنے ہوئے ہیں اور انہیں کھایا جاسکتا ہے۔یہ پھول برازیل کی لیوسیانا گونزالیز کے ہنر کا ثبوت ہیں جو آج سے تین سال پہلے تک بیکنگ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھیں لیکن آج وہ مشہور ہوچکی ہیں۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ لیوسیانا ایک سول انجینئر تھیں اور اپنے پیشے میں کامیاب بھی تھیں۔ لیکن ۲۰۱۷ میں وہ اس کام کا دباؤ برداشت نہ کرسکیں اور شدید بیمار پڑ گئیں۔تب تک انہیں کیک پیسٹریاں بنانا بالکل بھی نہیں آتا تھا۔

شدید بیماری کی وجہ سے وہ تین مہینے تک بستر سے لگی رہیں اور طبیعت سنبھلنے پر انہوں نے اپنے گھر کے سامنے واقع ایک اسکول جانا شروع کردیا جہاں کھانا پکانے اور بیکنگ کی تربیت دی جاتی تھی۔

وقت گزاری کے لیے انہوں نے وہاں سے کیک پیسٹریاں بنانا اور بیکنگ سیکھنا شروع کردیا؛ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس میں انہیں بہت مزا آنے لگا۔

ان کی بنائے بنائے ہوئے کیک اور پیسٹریاں صرف مزیدار ہی نہیں ہوتے بلکہ سول انجینئرنگ کے شعبے میں اپنی مہارت استعمال کرتے ہوئے وہ انہیں خوبصورت بھی بنادیتیں۔

جلد ہی وہ کیک پیسٹریوں پر لگانے کے لیے شکر سے بنے پھول اتنی مہار جلد ہی وہ کیک پیسٹریوں پر لگانے کے لیے شکر سے بنے پھول اتنی مہارت سے تیار کرنے لگیں کہ جنہیں دیکھ کر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی مہارت کو مزید بڑھایا اور پھول پتیوں کے علاوہ، شکر سے مختلف پھل بھی تیار کرنے لگیں۔

آج ان کے بنائے ہوئے کیک نہ صرف ساؤ پالو میں بلکہ پورے برازیل میں اپنے ذائقے اور خوبصورتی کے لیے مشہور ہیں۔ پچھلے سال انہوں نے انسٹا گرام پر "لیو سیانا گونزالیز شوگر فلاور" کے نام سے پیج بنایا اور آج اس کے تقریبا ۶۰،۰۰۰ فالوورز ہیں۔

پیاری سیرت

اسکول سے واپس آتے ہی وجیہ اپنے کمرے میں گھس گئی بستہ میز پر رکھا اور آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اسے اپنا عکس نظر آنے لگا وہی چھوٹی چھوٹی آنکھیں موٹی سی ناک، کالا رنگ، موٹے ہونٹ اور بڑے سے کان۔۔۔۔۔۔اُف اللہ میں اتنی بدصورت کیوں ہوں۔ اس نے دوبارہ آئینے میں دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آج پھر اسکول میں اس کی سہیلیوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا تھا۔ ہوا یہ کے مس نرجس کے کہنے پر وہ سبق سنانے کے لیے کھڑی ہوئی اس نے تھوڑا سا ہی پڑھا تھا کہ مس نرجس میڈم کے بلانے پر باہر چلی گئیں۔ مس کے جاتے ہی سب نے مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ سب سے زیادہ مذاق اس کی گہری رنگت کا ہوتا تھا۔ وہ سوچنے لگی اور پھر یہی سوچتے سوچتے سوگئی۔ وجیہا! اب اٹھ بھی جاؤ اتنی دیر سے سو رہی ہو۔۔ بڑی بہن امبر نے اسے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا۔ کیا مصیبت ہے ابھی تو سوئی تھی۔ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔ تم نے یونیفارم بھی نہیں بدلا اور کھانا بھی نہیں کھایا اب تمہیں بڑے ابا بلا رہے ہیں۔ امبر یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئی۔

السلام علیکم بڑے ابا! وجیہا ان کو سلام کرتی ہوئی ان کے بستر پر بیٹھ گئی۔ وعلیکم السلام! بیٹی کیسی ہو؟ بڑے ابا نے کتاب بند کر کے ایک طرف رکھ دی۔ ٹھیک ہوں بڑے ابا! آپ کو کوئی کام تھا، مجھے آپ نے بلایا تھا؟ اس نے کہا۔ نہیں کوئی کام نہیں ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ جب تم بالکل ٹھیک ہو تو اتنی اداس کیوں نظر آ رہی ہو اور تم آج میرے پاس کیوں نہیں آئیں؟ انہوں نے پوچھا۔

بڑے ابا! دراصل وہ میں۔۔۔۔۔۔! اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسکول میں کوئی بات ہوئی ہے۔ کیا ہوا بھئی پھر کسی سے جھگڑا ہو گیا؟ انہوں نے پیار سے پوچھا۔

بس اب میں اسکول نہیں جاؤں گی، سب میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ وجیہا نے رونا شروع کر دیا۔ ارے بھئی اس میں رونے کی کیا بات ہے، کون مذاق اڑاتا ہے جس کی وجہ سے تم اسکول چھوڑنے کی بات کر رہی ہو؟ بڑے ابا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ سب ہی مذاق اڑاتے ہیں کہ میں بدصورت ہوں، کالی ہوں، سب مجھ سے نفرت کرتے ہیں بڑے ابا! کیا میں بہت بری ہوں؟ روتے ہوئے آخر وجیہا نے سر اٹھا کر معصومانہ انداز میں پوچھا۔ بیٹی! تم بہت پیاری، اچھی سی بچی ہو۔ بڑے ابا نے اس کے ماتھے پر بکھرے بال سمیٹ کر کہا! پھر میری شکل اتنی بری ہے؟ وجیہا نے اداسی سے پوچھا۔

نہیں بیٹی اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بہت محبت کے ساتھ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ انسان اچھا برا نہیں ہوتا بلکہ اس کے کام اچھے برے ہوتے ہیں، اتنے ہی انسان ایسے ہوتے ہیں جن کی شکلیں بہت اچھی ہوتی ہیں رنگ گورا ہوتا ہے مگر ان کے کام برے

ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کا حق مارتے ہیں، چوری کرتے ہیں، ڈاکہ ڈالتے ہیں، نماز بھی نہیں پڑھتے اور کئی برے کام کرتے ہیں ۔ان کی رنگت گوری ہوتی ہے مگر دل اندر سے سیاہ ہوتا ہے، کیا سمجھیں۔۔۔۔۔؟ وہ مسکرائے۔

بڑے ابا! کیا اچھی شکلوں کے سارے انسان برے ہوتے ہیں؟ وجیہا نے حیرت سے پوچھا۔ ارے نہیں کوئی کوئی ہوتا ہے۔
بڑے ابا ہنسے۔ ایک اور بات بتاؤں انہوں نے اس کے گالوں پر پھیلے آنسو صاف کیے اور دوبارہ کہنے لگے جب اللہ کسی انسان میں کوئی خامی پیدا کرتا ہے تو بہت سی خوبیاں بھی اس میں پیدا کر دیتا ہے۔ اب تم اپنے آپ کو دیکھو تمہاری آواز بہت خوبصورت ہے تمہیں چاہیے کہ
قرات اور نعت وغیرہ کے مقابلوں میں حصہ لو، تم نے مجھے اپنی کچھ لکھی ہوئی کہانیاں بھی دکھائی تھیں وہ دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ تم میں کہانیاں لکھنے کی صلاحیت بھی ہے، تمہیں گھر کا کام سیکھنے کا بھی بہت شوق ہے، تم ہمیشہ صاف ستھری رہتی ہو، تم ذہین ہو اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں، تم صرف سانولی رنگت کی وجہ سے اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر رہی ہو۔ بڑے ابا نے اس کی صلاحیتوں کے بارے میں اسے تفصیل سے بتایا۔ وہ تو ٹھیک ہے بڑے ابا مگر میں جب جماعت میں کچھ پڑھنے کے لئے کھڑی ہوتی ہوں تو سب میر امذاق اڑانے لگتے ہیں۔ میں قرات اور نعت کیسے پڑھ سکتی ہوں؟ وہ الجھتے ہوئے بولی۔

دیکھو! اب یہ کام تو تمہیں خود کرنا ہے کہ اپنے اندر اعتماد پیدا کرو، کوئی مذاق اڑاتا ہے تو اڑانے دو۔ جو کسی دوسرے کا مذاق اڑاتے ہیں انہیں خود اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ سب چیزیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں ان کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ کیا پتا کب ہم میں کوئی خامی پیدا ہو جائے تو ایسے بچوں سے خوف نہ کھایا کرو بلکہ انہیں سمجھایا کرو۔ ایک بات اور وہ یہ کہ شکر کیا کرو اللہ نے تم میں کوئی خاص کمی یا معذوری پیدا نہیں کی، تمہیں کسی کا محتاج نہیں کیا۔
بڑے ابا! میں آپ کی باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ وہ اٹھنے لگی۔ تمہاری ایک خوبی تو رہ گئی۔ اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ وہ کیا۔۔۔۔؟ وجیہہ رک گئی۔ وہ یہ کہ تم چائے بہت اچھی بناتی ہو کیوں کیا خیال ہے؟ بڑے ابا مسکرا رہے تھے ۔اوکے! میں ابھی آپ کو چائے بنا کر پلاتی ہوں، آخر آپ میرے لاڈلے بڑے ابا ہیں۔ وجیہا ہنستی ہوئی باہر نکل گئی اور بڑے ابا نے سکون کا سانس لیا۔ وہ تصور ہی میں اپنی پیاری بھتیجی کو اعلیٰ مقام پر دیکھ رہے تھے اور اس خواب کے پورا ہونے کی دعا مانگ رہے تھے۔

(مستنصر حسین تارڑ)

خس وخاشاک زمانے

اور جب وہ پہلی مرغی جو نور بیگم کے اپنی آغوش میں جھلانے سے بھی زندہ نہ ہوئی تو وہ اشکبار آنکھوں سے اسے سینے سے لگائے کوڑے کرکٹ کی ڈھیری ایک روڑھی پر پھینکنے کے لیے جا رہی تھی تب چاچے بخت جہاں کی پکار نے اس کا پیچھا کیا تھا" کڑیئے اسے روڑھی پر مت پھینک میں نے اسے مرتے ہوئے دیکھ کر کلمہ پڑھ لیا تھا، یہ حلال ہے۔ اسے مجھے دے دے۔

چاچے نے اب جانے کون سا کلمہ پڑھ لیا تھا پر نور بیگم نے وہ پہلی مردہ مرغی اس کے حوالے کر دی اس کے اندر حوصلہ نہ تھا کہ وہ اپنی لاڈلی کو یوں کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیتی۔

چاچے کی ہر روز عید ہو گئی۔ ایسی موج ہو گئی کہ وہ ہر روز کم سے کم ایک اور زیادہ سے زیادہ تین چار مرغیاں مری ہوئی بھون کت کھاتا تھا۔ اور پھر پہلے سے بھی کہیں پاٹ دار آواز میں گلی سے گزرنے والوں اور چھت پہ سے کر اگلے گھروں تک سفر کرنے والوں کو بھی خوب گالیاں دیتا۔

کا فرش بچھا تھا اور صاحب بہادر مرغ کے زرد پنجے اس میں یوں مدغم نور بیگم کے سونے ہو چکے صحن میں دھریک کے زرد پتوں ہوتے تھے کہ پہچان نہ ہوتی تھی کہ وہ دھریک کے پتے ہیں یا اس کے پنجے ہیں۔ وہ ابھی تک اگرچہ قدرے مشکل اور جانفشانی سے اپنی ٹانگوں پر قائم تھا۔ اور بخت جہان اس پر نظر جمائے منتظر تھا۔

"تو کیسی میری سگی بھتیجی ہے نور یگمے تیرا س صاحب بہادر پر قضا نے اترنا ہی ہے۔ یہ مر جائے گا تو اپنے سگے چاچا کو نہیں دے گی ۔کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک آئے گی۔"

"ہاں تجھے نہیں دوں گی، روڑھی پر پھینک آؤنگی۔"

"تو میں اسے وہاں سے اٹھا لاؤں گا پتر۔۔۔ میں نے ابھی ابھی کلمہ پڑھ کر اس پر پھونک دیا ہے۔۔۔۔ یہ حلال ہو گیا ہے۔ یہ بے شک مر جائے پر اس کے گوشت میں کو گرمی ہے وہ مرنے سے زائل نہ ہو گی۔ یہ میری بوڑھی ہڈیوں کو طاقت دے گی۔ نور بیگم تو اپنے سگے چاچا کا کچھ لحاظ نہ کرے گی؟"

"چاچا، تو نے کبھی لحاظ کیا؟"

"نہیں لحاظ کیا تھا دھیئے ۔۔۔ میں کوئی انکار کرتا ہوں ۔ تو خود چیمی ہے ۔ جانتی ہے کہ چیمہ جاٹ ذرا کھر درے ، اپنی خصلت اور تکبر سے مجبور ہوتے ہیں ۔ اگر میں نے لحاظ نی کیا تو میں بھی مجبور تھا ۔ میری گردن کوئی جامد و ٹیڑھی تو نہ تھی ۔۔

ہولے ہولے اس تکبر کی مجبوری نے اسے ایسا جامد اور ٹیڑھا کر دیا کہ میں اسے اب حرکت نہیں دے سکتا ۔ مری ہوئی مرغیوں کے لیے منت سماجت کرنے والا شخص محض اپنے جاٹ ہونے کے تکبر کی وجہ سے بے بس اور مجبور ہو جاتا ہے ۔"

"چاچا میرا بہشتی باپ ، تیرا ابھرا محمد جہاں بھی تو ایک چیمہ جاٹ تھا ۔ اس میں درویشی ، متانت اور قناعت کے سوا اور کچھ نہ تھا ۔ اور تو نے میرے نمبردار باپ کی درویشی کی کمائی کھائی ۔ اسی نے تجھے لاڈ پیار کر کے بگاڑا ۔ تو نے کبھی تنکا توڑ کر بھی دوہرا کیا تھا؟ ڈانگ تھام کر ، برچھی لٹکا کر اپنے سکھ یاروں کے ساتھ موجیں کرتا دندناتا پھرتا تھا ۔ میرے بہشتی باپ کی وجہ سے ۔۔ اور پھر تم نے اس کی آل اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا چاچا؟"

صاحب بہادر میں سکت کم ہوتی جاتی تھی ، وہ کوشش کر رہا تھا کہ اس حریص بوڑھی کی پژمردہ آنکھوں کے سامنے ڈھیر نہ ہو ۔ اسے چاہنے والی چوکھٹ پر ہاتھ رکھے اسے اس بوڑھے کی منتظر نظروں سے بچاتی طیش میں تھی ۔

"جو ہوا سو ہوا انور بیگمے ۔۔۔ کیوں گڑھے مردے اکھیڑتی ہے ۔ ایک مرنے والے مرغ کے لیے اپنے سگے چاچے کو یوں بے عزت کرتی ہے ، رسوا کرتی ہے ۔"

"تو نے کیا ہمیں اپنے سگے بھائی محمد جہاں کی گھر والی اور آل اولاد کو کیا کم رسوا کیا؟ تو نے ہماری ڈولیاں بھی اپنے اس گھر کے صحن سے اٹھنے نہ دیں ۔ کچھ یاد ہے کہ میری بڑی بہن زینب بیگم کی ڈولی یہاں سے نہیں تیرے ڈر سے چاچے تحصیل دار کے گھر سے اٹھائی گئی تھی ۔ ہمارا باپ مر گیا تو کچھ یاد ہے کہ تم نے میری بہشتن ماں کو کیا دھمکی دی تھی ۔۔ بہشت بی بی میں نے تیری یہ بیٹیاں جو صورت شکل میں سوہنی ہیں ، میں نے انہیں مہاراجہ پٹیالہ کے ہاں بیچ دینی ہے اور اتنی قیمت وصول ہو گی کہ تم حج کر آنا اور میں دو چار گھوڑیا خرید لوں گا ۔"

"پتر ، نہ ذلیل کر ۔۔۔ میں کوئی انکار کرتا ہوں ۔۔۔ جو ہوا سو ہوا ۔"

"یہی ویہڑہ ہے ناں چاچا جس میں دھریک کے زرد پتوں پر ابھی تک کھڑے صاحب بہادر کو حریص نظروں سے تکتے ہو ۔ جہاں سے تم نے میری بہن زینب بیگم کی ڈولی نہیں اٹھنے دی تھی ۔"

(بقیہ اگلے شمار میں)

ڈ سے ہوتا ہے "ڈاکٹر"

اردو کی یہ کتاب ہمارے ملک میں ابتدائی اول K.G میں، سرکاری اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ حیرت ہے کہ انہیں ڈ سے کوئی لفظ ہی نہیں مل سکا اور ڈ سے ڈاکٹر (اردو زبان کا لفظ ہی نہیں ہے) پر گزارہ کیا۔

اب اس کتاب پہ "ڈھول" پیٹ کر اس بات کا "ڈھنڈورا" کرنا پڑ رہا ہے کے ڈ کے الفاظ "ڈالنا" کوئی اتنا مشکل امر بھی نہیں ہے، اگر آپکی ناراضگی کا "ڈر" نہ ہو تو ڈ کو ذرا "ڈھونڈنا" شروع کریں۔ "ڈانٹ ڈپٹ" سے ے کام نہ چلے تو "ڈنڈا" بھی قدرت کا ایک تحفہ ہے۔ ڈ سے "ڈھول" نہ پیٹیں، ڈگڈگی نہ بجائیں، الفاظ کا "ڈھیر" اکٹھا نہ کریں تو بھی اردو کے کنویں سے ایک آدھ "ڈول" ہی کافی ہو گا، "ڈبہ" سے "ڈبیا" تک، "ڈراؤنے" قوانین سے لیکر تعلیم کے "ڈاکوؤں" تک۔ امیروں کے "ڈیروں" سے لیکر غریبوں کی "ڈیوڑھی" تک، اور پھولوں کی

"ڈالی" سے سانپ کے "ڈسنے" تک، ڈھر جگہ دستیاب ہے۔ سوچا کے "ڈبڈباتی" آنکھوں سے یہ "ڈاک"، بغیر کسی "ڈاکیہ" اور "ڈاک خانے" کے

اردو کی یہ کتاب ہمارے ملک میں ابتدائی اول K.G میں، سرکاری اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ حیرت ہے کہ انہیں ڈ سے کوئی لفظ ہی نہیں مل سکا اور ڈ سے ڈاکٹر (اردو زبان کا لفظ ہی نہیں ہے) پر گزارہ کیا۔

اب اس کتاب پہ "ڈھول" پیٹ کر اس بات کا "ڈھنڈورا" کرنا پڑ رہا ہے کے ڈ کے الفاظ "ڈالنا" کوئی اتنا مشکل امر بھی نہیں ہے، اگر آپکی ناراضگی کا "ڈر" نہ ہو تو ڈ کو ذرا "ڈھونڈنا" شروع کریں۔ "ڈانٹ ڈپٹ" سے ے کام نہ چلے تو "ڈنڈا" بھی قدرت کا ایک تحفہ ہے۔ ڈ سے "ڈھول" نہ پیٹیں، ڈگڈگی نہ بجائیں، الفاظ کا "ڈھیر" اکٹھا نہ کریں تو بھی اردو کے کنویں سے ایک آدھ "ڈول" ہی کافی ہو گا، "ڈبہ" سے "ڈبیا" تک، "ڈراؤنے" قوانین سے لیکر تعلیم کے "ڈاکوؤں" تک۔ امیروں کے "ڈیروں" سے لیکر غریبوں کی "ڈیوڑھی" تک، اور پھولوں کی

"ڈالی" سے سانپ کے "ڈسنے" تک، ڈھر جگہ دستیاب ہے۔ سوچا کے "ڈبڈباتی" آنکھوں سے یہ "ڈاک"، بغیر کسی "ڈاکیہ" اور "ڈاک خانے" کے

آپ تک پہنچا دوں کہ لفظوں کی مالا شاید نصاب کی "ڈھال" ثابت ہو۔

وہ ڈ سے کیا خوبصورت شعر ہے:

ع ڈوبنے والا تھا میں اور ساحل پہ چہروں کا ہجوم
پل کی مہلت تھی میں کس کو آنکھ بھر کے دیکھتا؟

یہ دنیا کس نے بنائی؟

(تحریر: زبیر خان سعیدی)

تاریخ نے پوچھا، اے لوگو!------------------یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟

شاہی نے کہا------------------------یہ میری ہے!

اور دنیا نے یہ مان لیا۔

پھر تخت بچھے، ایوان سجے، گھڑیال بجے، دربار لگے!

تلوار چلی اور خون بہے! انسان لڑے انسان مرے

دنیا نے بالآخر شاہی کو

پہچان لیا، پہچان لیا

تاریخ نے پوچھا پھر لوگو! یہ دنیا کس کی ہے؟

دولت نے کہا------------------------یہ میری ہے!

اور دنیا نے یہ مان لیا۔

پھر بینک کھلے، بازار جمے، بیوپار بڑھے

انسان لٹے، انسان بکے! آرام اڑے، سب چیخ اٹھے

دنیا نے بالآخر دولت کو

پہچان لیا، پہچان لیا

تاریخ نے پوچھا پھر لوگو! یہ دنیا کس کی ہے؟

محنت نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ میری ہے!

اور دنیا نے یہ مان لیا۔

پھر روح دبی، پھر پیٹ بڑھے، افکار بڑھے، کردار گرے!

ایمان لٹے، اخلاق جلے! انسان برے جوان بنے

دنیا نے بالآخر محنت کو

پہچان لیا، پہچان لیا

تاریخ نے پوچھا پھر لوگو! یہ دنیا کس کی ہے؟

مومن نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ میری ہے!

اور دنیا نے یہ مان لیا۔

پھر قلب و نظر کی صبح ہوئی! اک نور کی لہر سی پھوٹ بہی

ایک ایک خودی کی آنکھ کھلی! فطرت کی صدا پھر گونج اٹھی

دنیا نے بالآخر آقا کو

پہچان لیا، پہچان لیا

بدھو میاں کے انڈے

بدھو میاں بازار سے آئے

تازہ تازہ انڈے لائے

مل گئے راہ میں بھولے بھائی

دل کی بات زباں پر آئی

بولے غائب کہاں رہے ہو کتنے دن کے بعد ملے ہو

ہاتھ میں یہ تھیلا کیسا ہے

اس میں کیا کیا مال بھرا ہے

بدھو چہکے تم ہی بتاؤ

عقل پہ اپنی زور لگاو

ٹھیک جواب اگر پاؤں گا انڈے تم کو دے جاؤں گا

کتنے ہیں یہ ذرا بتاؤ

سب کے سب انعام میں پاؤ

بن دیکھے جو گن لئے سارے

پورے بارہ ہوئے تمہارے

الف (عمیرہ احمد)

درویش ہونے کے باوجود تم ساری دنیا کے لیے رحم اور درگزر تھے۔ میرے لئے کیوں نہیں ہوئے۔ میں whirling رومی کا نہیں رہوں گی تب آؤ گے تو کیا فائدہ۔

اتنے خط اتنی منتیں میں نے کب کسی کی کی ہیں، مگر تم سے کی ہیں تو مجھے اس کا رنج نہیں۔ تمہارے ساتھ زیادتی بھی تو بہت بڑی کی تھی نہ میں نے۔

یہ سارے خط جو میں نے تمہیں لکھے ہیں یہ سارے میرے پچھتاوے کے گواہ ہیں۔ صرف یہ کاغذ ہی ہیں جن پر میں اپنا دل کھول کر رکھ سکتی ہوں اور یہ میرا غم جھیل لیتے ہیں۔ جو میں کر بیٹھی ہوں وہ کس کو سنا سکتی ہوں میں، کسی کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ میری اور تمہاری محبت کا قصہ سنے اور پھر جدائی کی داستان۔ محبت کی ہر کہانی کو لوگ من گھڑت کہتے ہیں یا پھر نادانی۔ بس ایک میں ہوں جو اب بھی اس پر یقین کیے بیٹھی ہوں۔۔۔۔۔

پتا نہیں یہ صحیح ہے یا غلط پتا نہیں نادانی ہے یا حماقت پر جو بھی ہے یہ میری جان لے گئی۔

تمہاری خطاکار

جہاں

پانی کی پہلی بوند اس کے سر پر گری تو اس نے سائیکل چلاتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا وہاں بادل اس کی سائیکل کے پہیوں ہی کی رفتار سے رواں دواں تھے۔ سیاہ بھوتوں، جنوں جیسا رنگ اور شکلیں بنائے بادل۔ دوسری بوند ٹھیک اس کے ناک کی نوک پر گری تھی اور وہاں سے اس کے ہونٹوں سے تھوڑی اور تھوڑی سے سے اس کے گردن کا سفر اس نے سیکنڈز میں کیا تھا۔

اس نے سر جھکا کر پیڈلز کو پوری قوت سے گھمانا شروع کر دیا یوں جیسے وہ ان بادلوں اور ان میں سمائی بوندوں کو ہرانا چاہتا ہو۔
ہرکولیس کی طرح تیز تیز۔۔۔۔۔۔۔اور تیز۔۔۔۔۔۔۔ہوا سے تیز۔۔۔۔۔۔۔۔بادلوں سے طاقتور۔

اس کی سائیکل اس پگڈنڈی پر ہی ہچکولے کھاتی چلتی جا رہی تھی جو سبز کھیتوں کے بیچ و بیچ گزرتی اب اس علاقے میں پھیلے درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو رہی تھی جہاں وہ جانا چاہتا تھا۔ بادل اور بارش اس کا تعاقب کر رہے تھے یا کم از کم اسے ایسا ہی لگ رہا تھا

اور وسیع و عریض علاقے پر پھیلے ہوئے بلند درختوں کے اس جنگل میں داخل ہوتے ہی اسے لگا جیسے وہ بادلوں کو شکست دے آیا تھا۔

وہ اس جنگل کے سامنے سے روز گزر کر اسکول جایا کرتا تھا بلکہ اس کے ساتھ ہی اسکول کے سارے بچے روز ہی وہاں سے گزرتے تھے کبھی کبھی وہ جنگلی بیر ڈھونڈتے اندر گھس جاتے مگر کبھی بھی بہت اندر جانے کی ہمت ہی نہ ہوتی تھی اور آج وہ اکیلا ہی اس جنگل میں گھس آیا تھا بلند و بالا گھنے درختوں نے سارے جنگل پر چھت تان رکھی تھی جس میں سے سورج کی روشنی اور ہوا چھن چھن کر آتی لیکن اس وقت جب سورج بادلوں کی اوٹ میں تھا تو جنگل دن میں بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ آٹھ سالہ بچہ اس جنگل میں آگے بہت آگے جانا چاہتا تھا لیکن اس تاریکی نے ایک دم جیسے اس کی ہمت پسپا کر دی۔ سائیکل روک کر اس نے اپنا دل مضبوط کرنے کی کوشش کی جو تیز ہوا سے ہلتے پتوں اور ٹوٹنے والی شاخوں کی آواز سے دہل رہا تھا۔

اس نے سائیکل سے اتر کر اسے زمین پر لٹا دیا اور پیدل چلنے لگا، ہوا چند لمحوں کے لیے تھمی یوں جیسے جنگل نے اس کے دل کا خوف بھانپ کر اسے دلاسہ دینے کے لیے سانس روک لیا ہو۔ وہ ایک عجیب سناٹے میں کھڑا تھا پتوں کی ہلکی ہلکی سی غراہٹ اور پرندوں کا شور، وہاں اس وقت کوئی تیسری آواز نہیں تھی۔ وہ چند قدم اور آگے بڑھا اور اپنے جوتوں کے نیچے سوکھے پتوں کی چرمراہٹ ہونے کی آوازیں سنیں وہ ایک دم رک گیا جیسے یہ آوازیں بھی اسے خوفزدہ کر رہی تھیں۔ اس نے پلٹ کر دیکھا جہاں اسے سائیکل زمین پر لیٹی نظر آئی تھی اور پھر درختوں سے پار نظر آنے والے کھیتوں کو یوں دیکھا جیسے وہ اپنے آپ کو یہ حوصلہ دینا چاہتا ہو کہ وہ جب چاہے وہاں سے بھاگ سکتا تھا، دوبارہ پلٹ کر وہ چند قدم اور آگے بڑھا اور پھر اسے یکدم ایک سوکھے درخت کا گرا ہوا تنا نظر آیا۔ وہ بے اختیار خوش ہو گیا، اپنی پشت پر لٹکا بیگ اتار کر وہ تیزی سے اس تنے تک گیا جو اتنا بڑا اور موٹا تھا کہ وہ اس کے قد کے برابر آ رہا تھا اپنے بیگ کو اس نے تنے کی ایک زمین بوس شاخ پر رکھ کر اس کی زپ کھولی اور اندر سے لکڑی کا ایک چھوٹا سا لیٹر باکس نکالا۔

جو لکڑی کے غیر ہموار ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا۔ اس نے لیٹر بکس تنے کے ساتھ زمین پر رکھ دیا اس کے بعد کوئی کیل یا ہتھوڑی ہوتی تو شاید وہ لیٹر باکس کو تنے پر ٹھوک دیتا، لیکن ان چیزوں کی عدم موجودگی میں اس نے اسے تنے کے ساتھ ہی ٹکانا بہتر سمجھا۔ یک دم ہوا بہت تیز چلنے لگی اس نے اپنے بیگ سے ایک خط نکالا اور اسے لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سا اطمینان ابھرا۔ ہوا زمین پر گرے خوش پتوں کو اڑانے لگی تھی اور وہ بچہ برق رفتاری سے اپنے بیگ کی زپ بند کر کے اسے

اپنی پشت پر چڑھاتے ہوئے اس جگہ پہنچا جہاں اس کی سائیکل پڑی تھی اور تب ہی اس نے اپنے سر پر بارش کی تیسری بوند گرتی محسوس کی۔

ایک، دو، تین بوندوں کا رکنے والا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور جنگل اس کی لپیٹ میں تھا وہ بچہ کسی warrior کی طرح بیگ پشت پر چڑھائے بھاگتا زمین پر گری چھوٹی موٹی شاخوں کو پھلانگتا اوپر سے گرنے والی لکڑی کے ٹکڑوں سے بچتا اپنی سائیکل کی طرف بھاگ رہا تھا مگر اس بار بادل اور بارش اسے شکست دینے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

وہ سائیکل پر سوار ہوا تو بھیگ چکا تھا۔ سائیکل دوڑاتے جب وہ جنگل سے نکلا تو طوفانی بارش کی وجہ سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ کھیتوں کے درمیان اس پگڈنڈی پر گاؤں کے بہت سے بچے سائیکلوں پر اور پیدل بارش میں بھیگتے اٹھکیلیاں کرتے بھاگ رہے تھے اور وہ آٹھ سالہ بچہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ وہ بے پناہ خوش تھا بری طرح دھڑکتے دل اور بے ترتیب سانسوں کے ساتھ اس نے اس دن اپنی ماں کے لیے بہت بڑا کام کیا تھا اور اپنی خوشی پر قابو پانا اس کے لیے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ بہت تیزی سے سائیکل چلاتا، بارش میں بھیگتا شور مچاتا اور سر پر اڑتے سیاہ بادلوں کے ساتھ لگاتا ہر کولیس ساری رکاوٹیں عبور کر کے سونے کا وہ سکہ جیت چکا تھا جو سب سے بہادر کے لیے تھا۔

اس کینوس پر آیت ایک عجیب روشنی میں گھری ہوئی تھی لفظ جیسے نور تھے، حرف جیسے موتی اور اعراب ان پر بادلوں کی طرح سایہ فگن تھی

الله نور السموات والارض

وہ بوڑھا ہاتھ کینوس پر آیت کی خطاطی میں مصروف تھا وہی روشنی جو اس آیت کے گرد ہالہ بنائے ہوئے تھی وہ اس ہاتھ کو بھی گھیرے ہوئے تھی پر ہاتھ رک نہیں رہا تھا جھریوں زدہ جلد پر نظر آنے والی نیلی رگیں اس روشنی میں کسی ایکسرے میں دکھائی دینے والی چیزوں کی طرح عیاں تھیں اور ہاتھ رکے بغیر چلتا ہی جا رہا تھا کسی ماہر کی طرح جسے اپنے کلام میں مہارت ہو۔

فضا میں اب کوئی اپنی بے حد خوبصورت آواز میں وہ آیت تلاوت کرنے لگا تھا۔ بے حد دلکش، بھاری صاف مگر میٹھی مردانہ آواز جو کان کے پردے سے سیدھے دل کے تاروں کو بربط کے تاروں کی طرح ہلائے۔ وہ آواز صرف آیت کا وہ حصہ نہیں پڑھ رہی تھی جو کینوس پر تھی بلکہ پوری آیت پڑھ رہی تھی۔

(بقیہ آئندہ شمارے میں)

المیہ

خدا کے گھر کا یہ منظر   تخیل نے کبھی سوچا
کتابوں میں پڑھا کوئی   نہ آنکھوں نے کبھی دیکھا
یہیں تو چل کے آتے ہیں   منادی یہ ہوئی اب کے
درِ کعبہ پہ مت آنا   وباب کے وہ پھیلی ہے
نمازیں بھی پڑھو گھر پر   ہمیں تو چاہیئے یہ تھا
کہ اک اعلان ہو جاتا   کہ سب مرکز پہ آجاؤ
خدا سے عرض کرتے ہیں   مصیبت ٹال دے مولا
تو پھر وہ ہو کے رہتا ہے   بتاتے ہم زمانے کو
یہی دار الشفاء ہے بس   ہمیں سب کو بتانا تھا
کہ ہم ایمان والے ہیں   ہمارا دین سچا ہے
ہم ہی قرآن والے ہیں   مگر ہم نے کیا ثابت
کہ ہم بھی ان کے جیسے ہیں   مجھے تو خوف آتا ہے
کہیں ایسا نہ ہو اب کے   کہ جب یہ دھند چھٹ جائے
حرم میں ہم جو داخل ہوں   تو آنسو خشک ہو جائیں
جو روئیں بابِ کعبہ پر   تو ہنسنے کی صدا آئے
جو چومیں حجرِ اسود کو   خوشی دل میں نہ ہو کوئی
ہمیں پیاسا ہی رہنے دے   کہیں زم زم کی سیرابی
ہمیں یہ ماننا ہو گا   نبی کا دین بھی سچا
کتابِ حق بھی سچی ہے   سبھی احکام بھی سچے

مگر ہم لوگ جھوٹے ہیں

شیخ چلی کا پلنگ

ایک گاؤں میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ اس کا ایک کام چور بیٹا تھا شیخی بگھارنے میں بہت ماہر تھا اس کو شیخ چلی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ بڑھیا بڑی محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بیٹے کا پیٹ بھرتی تھی۔ ایک دن بڑھیا بیمار ہو گئی، گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا رات کو ماں بیٹا دونوں نے فاقہ کیا۔ اگلے دن بڑھیا نے اپنے بیٹے سے کہا اب تم کچھ کام کرو جنگل سے لکڑیاں لا کر بیچ دیا کرو تا کہ گزر اوقات ہو سکے۔"

شیخ چلی نے جنگل کی راہ لی جو درخت اس کے راستے میں آتا ہے وہ اس سے پوچھتا: "میں تجھے کاٹ لوں یا نہیں۔"

کسی درخت نے بھی اس کا جواب نہ دیا۔ شام ہونے کو تھی شیخ چلی گھر واپس جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک اور درخت نظر آیا، اس نے پاس جا کر پوچھا: "میں تجھے کاٹ لوں؟"

درخت بولا: "ہاں کاٹ لے مگر ایک نصیحت کرتا ہوں میری لکڑی سے پلنگ بنانا اور بادشاہ کے دربار میں لے جانا اگر بادشاہ اس کی قیمت پوچھے تو کہنا کہ پہلے ایک دو راتیں اس پر سوئے، پھر اگر مناسب سمجھے تو خریدے۔"

شیخ چلی نے درخت کی ہدایت کے مطابق اس سے لکڑیاں کاٹ کر پلنگ تیار کیا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچا بادشاہ نے قیمت پوچھی تو شیخ چلی نے کہا: "پہلے آپ اس کو ایک دو بار استعمال کریں اگر اس میں کوئی خوبی پائیں تو انعام کے طور پر جو دل چاہے دے دیں۔" بادشاہ بہت حیران ہوا اور شیخ چلی کے کہنے پر نوکروں کو حکم دیا کہ آج ہی پلنگ میرے کمرے میں بچھایا جائے ۔جب رات کو بادشاہ اس پر سویا تو آدھی رات کو پلنگ کا ایک پایا بولا: آج بادشاہ کی جان خطرے میں ہے، دوسرے نے کہا: وہ کیسے؟ تیسرا بولا: بادشاہ کے جوتے میں کالا سانپ تھا۔ چوتھے نے کہا: "جوتے کو اچھی طرح جھاڑ کر پہنے۔ دوسری رات بادشاہ سویا، تو پھر پایوں نے باتیں شروع کیں ایک بولا کہ! تم پلنگ کو سنبھالو میں کچھ خبریں جمع کر لوں۔ تینوں پایوں نے پلنگ کو تھامے رکھا۔ جب چوتھا واپس آیا تو اس نے خبر سنائی کہ بادشاہ کا وزیر سازش کر کے بادشاہ کو ختم کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ پھر دوسرا پایا گیا اور خبر لایا کہ بادشاہ کی بیوی وزیر کے ساتھ مل کر بادشاہ کو زہر دینا چاہتی ہے۔ تیسرے پائے نے تجویز پیش کی کہ بادشاہ کو چاہیے کہ وزیر کو مروا دے چوتھا پایا گیا اور یہ خبر لایا کہ بادشاہ کو جو دودھ صبح پینے کو دیا جائے گا اس میں زہر ہو گا۔

بادشاہ یہ سب کچھ سن رہا تھا صبح اٹھ کر جب اسے دودھ دیا گیا تو اس نے نہ پیا بلکہ ایک کتے کو پلا دیا کتا اسے پیتے ہی مر گیا۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ اس کی بیوی اور وزیر دونوں اس کی زندگی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے وزیر کو مروا دیا اور اپنی بیوی کو محل سے نکال دیا بادشاہ نے شیخ چلی کو بلایا اور بہت انعام دیا۔

شیخ چلی اب بہت مالدار ہو گیا اور لوگ اسے شیخ چلی کے بجائے شیخ صاحب کہنے لگے۔ بادشاہ کے دربار میں اس کی عزت ہونے لگی اور دونوں ماں بیٹا اب بہت آرام کی زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت علی کا قول ہے کہ:

"اپنی تعریف زیادہ کرنا ہلاکت کا باعث ہے۔"

ہر خبر پر نظر

☆کراچی میں پہلا مائیکرو اسمارٹ لاک ڈاؤن نافذ:

کراچی میں پہلا مائیکرو اسمارٹ لاک ڈاؤن نافذ کر دیا، جس کا نوٹیفکیشن بھی جاری کر دیا گیا ہے، مائیکرو اسمارٹ لاک ڈاؤن کا نفاذ آج رات 12 بجے سے ہو گا۔ نوٹی فکیشن کے مطابق مائیکرو اسمارٹ لاک ڈاؤن 15 اکتوبر شام 7 بجے تک نافذ رہے گا۔

کورونا کے کیسز سامنے آنے کے بعد کراچی میں گڈاپ کے علاقے منگھوپیر یو سی 8 میں مائیکرو اسمارٹ لاک ڈاؤن نافذ کیا گیا۔

☆قومی شوٹنگ چیمپئن شپ، پاک آرمی کی پہلی پوزیشن برقرار:

کراچی میں 27 ویں قومی شوٹنگ چیمپئن شپ میں پاکستان آرمی نے پہلی پوزیشن برقرار رکھی۔ چیمپئن شپ کے دوران پاک آرمی 7 گولڈ، 3 سلور اور 7 برونز کے ساتھ پہلے نمبر پر رہی۔ پاک بحریہ کی ٹیم 6 گولڈ کے ساتھ دوسرے اور پاکستان ایئر فورس کی 3 گولڈ کے ساتھ تیسری پوزیشن ہے۔

☆محمد راشد کا ایک اور کارنامہ:

پاکستان کے مارشل آرٹ کے ماہر محمد راشد نے ایک اور کارنامہ انجام دیتے ہوئے گنیز بک آف ورلڈ میں ایک بار پھر اپنا نام درج کروادیا۔ پاکستان کے محمد راشد نے گنیز ورلڈ ریکارڈ کے سر سے اخروٹ توڑنے کے مقابلے میں بھارتی کھلاڑی کو سر کو شکست دی۔ کراچی سے تعلق رکھنے والے مارشل آرٹ کے کھلاڑی محمد راشد اب تک 60 ورلڈ ریکارڈ بنا چکے ہیں جبکہ ان کے اکیڈمی ریکارڈز کی تعداد 75 ہو چکی ہے۔

☆کوروناوائرس کے خلاف جنگ لڑنے والی طبی ٹیم کے سربراہ کو اعزاز:

سعودی عرب کی وزارت صحت نے کوروناوائرس کی وبا کے دوران مملکت میں بہترین کارکردگی دکھانے پر پاکستانی ڈاکٹر شہزاد احمد ممتاز کو بہترین لیڈرشپ کے اعزاز سے نوازا اور تعریفی سند پیش کی۔ غیر ملکی میڈیا رپورٹس کے مطابق پاکستانی ڈاکٹر شہزاد احمد ممتاز کنگ سلمان اسپتال میں انتہائی نگہداشت یونٹ کے انچارج اور کوروناوائرس کے خلاف جنگ لڑنے والی طبی ٹیم کی بھی سربراہی کر رہے ہیں۔

پاکستان کے اہم تاریخی مقامات

قوام متحدہ کے ادارہ برائے تعلیم، سائنس اور ثقافت، یونیسکو کی فہرست میں وہ علاقے شامل ہیں جو ثقافتی اور تاریخی اعتبار سے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ یونیسکو نے چھ پاکستانی مقامات کو اپنی فہرست میں شامل کیا ہوا ہے۔

شالامار باغات اور قلعہ:

مغل تہذیب جو شاہ جہاں کے دور اقتدار میں اپنے عروج پر تھی، اس وقت کے یہ دو شاہ کار تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس قلعے میں سنگ مرمر کے محلات اور مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ لاہور شہر کے شالامار باغات میں آبشاریں بھی ہیں اور صحن بھی۔ اس مقام کو بہت سے مقامی اور بین الاقوامی سیاح دیکھنے آتے ہیں۔

موہنجوداڑو

موہنجوداڑو شہر کے کھنڈرات انڈس ویلی میں موجود ہیں۔ یہ 2500 سال قبل مسیح پرانا شہر ہے۔ شہر میں تعمیر کی گئی گلیاں، پانی کا نظام اور دیگر تعمیراتی شاہکار شہر کی منصوبہ بندی کے ابتدائی نظام کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

ٹیکسلا:

ٹیکسلا میں زمانہ قبل از مسیح کی عظیم باقیات یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثے کی فہرست میں شامل ہیں۔ قدیم یورپی اقوام سکندر اعظم کے ہندوستان پر حملے کے وقت سے ٹیکسلا کے نام سے واقف تھیں۔ چھ سو سال قبل از مسیح میں ٹیکسلا ایران کا ایک صوبہ تھا۔ بعد کی صدیوں میں یہ شہر کم از کم سات ادوار میں مختلف نسلوں کے شاہی خاندانوں کی حکمرانی میں رہا۔

تخت بہائی:

تخت بہائی کے مقام پر بدھ مت کی تاریخی باقیات پاکستان میں گندھارا تہذیب اور بدھ مت کی تاریخ کی عکاس ہیں۔ تخت بہائی کا علاقہ خیبر پختونخواہ میں واقع ہے۔ اونچی پہاڑی پر قائم بدھ مت کی یہ باقیات، بدھ مت کی تہذیب، تاریخ اور راہب خانوں میں طرزِ رہائش کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرتی ہیں۔ تخت بہائی کی یہ باقیات جس تاریخی راہب خانے کی ہیں، اس کا وجود پہلی صدی ایسوی کے اوائل میں عمل میں آیا تھا۔

روہتاس قلعہ:

اس قلعے کی بنیاد افغان بادشاہ فرید خان نے، جو شیر شاہ سوری کے نام سے مشہور ہوا، تقریباً پونے پانچ سو سال قبل 1542ء میں رکھی تھی۔ پتھر اور چونے سے بنائے گئے اس قلعے کی تعمیر قریب پانچ سال میں مکمل ہوئی تھی۔ بعد میں اس قلعے میں شیر شاہ سوری کے بیٹے سلیم شاہ کے دور میں توسیع بھی کی گئی تھی۔ شیر شاہ سوری نے روہتاس قلعہ گکھڑوں کے حملوں سے بچنے کے لیے فوجی حکمت عملی کے تحت تعمیر کرایا تھا۔

ایسی خوشی سے بچو جو دوسروں کو
دکھ دینے سے حاصل ہوتی ہے

انمول موتی

☆ ہمیشہ سچ بولو کہ تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

☆ کسی کی مدد کرتے وقت اس کے چہرے کی جانب مت دیکھو ہو سکتا ہے کہ اس کی شرمندہ آنکھیں تمہارے دل میں غرور کا بیج بو دیں۔

☆ پریشانی خاموش رہنے سے کم۔، صبر کرنے سے ختم اور شکر کرنے سے خوشی میں بدل جاتی ہے۔

☆ جو تمہیں غم کی شدت میں یاد آئے تو سمجھ لو کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔

☆ کبھی کسی کے سامنے صفائی پیش نہ کرو، جسے تم پر یقین ہے اسے ضرورت نہیں اور جسے تم پر یقین نہیں وہ مانے گا نہیں۔

☆ مومن کا سب سے اچھا عمل یہ ہے کہ وہ دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کر دے۔

☆ لوگوں کو دعا کے لئے کہنے سے زیادہ بہتر ہے ایسا عمل کرنا کہ جس سے لوگوں کے دلوں سے آپ کے لئے دعا نکلے۔

میرا انتخاب

☆ پسندیدہ ہستی: میرے والد

☆ پسندیدہ کتاب: جنت کے پتے

☆ پسندیدہ شعر:

ع قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے

☆ پسندیدہ مشغلہ: کتب بینی (اسلامی، ناولز، کہانیاں)

☆ پسندیدہ کھانا: بریانی

☆ پسندیدہ پھول: گلاب

☆ پسندیدہ پیشہ: ٹیچنگ

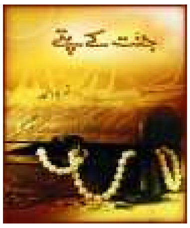

ہماری کتابیں

سمجھتا ہے اسے سارا زمانہ　　کتابیں علم و حکمت کا خزانہ
دلوں کا نور ہیں اچھی کتابیں　　چراغ طور ہیں اچھی کتابیں
ہماری مونس و غم خوار ہیں　　یہ جہاد علم کی للکار ہیں یہ
کتابیں کیا ہے روحانی خدا ہیں　　سکون دل کا دواؤں کی دوا ہیں
ہماری کیوں نہ ہو منزل کتابیں　　رسولوں پر ہوئی نازل کتابیں
کتابوں سے ہے جس کی آشنائی　　بڑی دولت جہاں میں اس نے پائی
کتابیں کامیابی کا ہیں زینہ　　رکھیں آباد یہ دل کا مدینہ
کتابوں کی رفاقت بھی عجب ہے　　تعلق توڑنا ان سے غضب ہے
صداقت کا یہی راستہ دکھائیں　　بروں کو بھی یہی اچھا بنائیں
سکھاتی ہیں یہ جینے کا طریقہ　　بتاتی ہیں ہمیں کیا ہے سلیقہ
کسی نے منہ کتابوں سے جو پھیرا　　یقیناً اس کو ذلت نے ہے گھیرا
کتابوں سے اگر خالی مکاں ہے　　وہ ہے بھوتوں کا مسکن گھر کہاں ہے
کتابوں سے حلاوت گفتگو میں　　شرافت کا اثر باقی لہو میں
کتابوں سے جہاں میں نام زندہ ہے　　ہماری صبح زندہ شام زندہ
کتابوں سے سدا رشتہ بڑھاؤ　　اسی میں زندگی اپنی لگاؤ

پڑوسیوں کے حقوق

انسان کا اپنے والدین، اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ سب سے زیادہ واسطہ و تعلق بلکہ ہر وقت میل ملاقات، لین دین ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے اور اس کی خوشگواری و ناخوشگواری کا زندگی کے چین و سکون اور اخلاق کے اصلاح و فساد اور بناؤ بگاڑ پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ انسان اور اس کے تمدن کی بنیاد باہمی اشتراک، آپسی تعاون پر قائم ہے۔ اس دنیا کا ہر انسان ایک دوسرے کی مدد کا محتاج اور ایک دوسرے کی نصرت و حمایت پر اس کی زندگی کا انحصار ہے اگر اک بھوکا ہے تو دوسرے کا حق ہے کہ اپنے کھانے میں اسے بھی شریک کرے، اگر ایک بیمار ہے تو دوسرا اس کی عیادت و تیمارداری کرے، اگر ایک کسی آفت و مصیبت کا شکار ہو اور کسی رنج و غم میں مبتلا ہو تو دوسرا اس کا شریک و سہیم بنے اور اس کے رنج و غم کا مداوا کرے اور اس اخلاقی نظام کے ساتھ انسان کی ساری آبادی باہمی اخوت و محبت اور حقوق کی ذمہ داریوں کے اٹوٹ بندھن میں بندھ کر اتحاد و یکجہتی کا مظہر اور "يُؤْثِرُونَ على أنفُسِهم وَلَو كَانَ بِهِمْ خَصَاصَه" کا حقیقی مصداق بن جائیں۔

ہر انسان بظاہر جسمانی روحانی حیثیت سے ایک دوسرے سے جتنا علیحدہ ہے اخلاقی و روحانی حیثیت سے ضروری ہے کہ وہ اتنا ہی زیادہ ایک دوسرے سے گھلا ملا ہو، ایک کا وجود دوسرے کے وجود سے اتنا ہی پیوستہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات و ہدایات میں ہمسائیگی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام و رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے کہ اس کو جزو ایمان اور داخلۂ جنت کی شرط اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔

حبیب کبریا ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّه سَيُوَرِّثُه " (بخاری و مسلم) کہ جبریل امین ہمیشہ مجھے پڑوسی کی رعایت و امداد کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید پڑوسیوں کو بھی رشتہ داروں کی طرح وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور اچھا رویہ پیش کرنا اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی شرط اور اس کا معیار قرار دیا گیا۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے کر اپنے بدن اور چہرے وغیرہ پر ملنے لگے جب سرکار دوعالم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس عمل پر تمھیں کون سی چیز آمادہ کر رہی ہے تو ایسا کیوں کر رہے ہو تو صحابہ کرام کا جواب تھا کہ بس اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" سنو جو شخص یہ پسند کرتا ہو اور جس کی یہ خواہش ہو کہ اس سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت نصیب ہو جائے یا یہ کہ اللہ و رسول کو اس سے محبت ہو تو اسے تین باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے: جب بات کرے تو سچ بولے، جب کوئی امانت اس کے پاس رکھی جائے تو امانت داری کے ساتھ اس کو ادا کرے، اور اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ایک موقع پر سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے۔"

ترمذی اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کسی محلے کے لوگوں میں اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور بہتر وہ شخص ہے جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہو۔"

مسند احمد کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "ایک پڑوسی کو پیٹ بھر کر کھانا جائز نہیں جبکہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔"

کسی شخص کا نیک وکار یا بدکار ہونا اس کے پڑوسی کی گواہی کے ذریعہ معلوم ہو گا۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی نیکوکاری و بدکاری کو کس طرح معلوم کر سکتا ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کسی کام کے بارے میں اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو تم نے اچھا کام کیا تو تمہارا کام اچھا ہے، اور جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے برا کیا ہے تو تمہارا وہ کام برا ہے۔ (ابن ماجہ)

برا کہے جسے عالَم اسے برا سمجھو
زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

امام غزالی نے احیاء العلوم کے اندر ایک عجیب و غریب واقعہ ذکر کیا ہے کہ کسی کے گھر میں چوہوں کی کثرت ہو گئی تو کسی نے بلی پالنے کا مشورہ دیا کہ اس طرح چوہے تمہارے گھر سے فرار ہو جائیں گے تو گھر والے نے کہا کہ "مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ بلی کی آواز سن کر چوہے میرے گھر سے نکل کر میرے پڑوس کے گھر میں چلے جائیں گے اور میں جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہی چیز اپنے پڑوسی کے کے لیے پسند کرنے لگوں؟ یہ مومن کی شان کے خلاف ہے۔

کہنے کو تو یہ مختصر سی بات ہے لیکن اس پر عمل کی توفیق اس وقت تک میسر نہیں آسکتی جب تک کہ انسان کا ایمان کامل نہ ہو جائے یہ صفت انسانی کمال کی ایک معراج ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا نفس پورے طور پر مدارجِ تہذیب طے کر چکا۔

نیم حکیم خطرہ جان

جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا — اگر ضعف جگر ہے تو کھا پپیتا

جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس — تو مصری کی ڈلی دانتوں سے چوس

جو بد ہضمی میں تو چاہے افاقہ — تو دو اِک وقت کا کر لے فاقہ

تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے — تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے

اگر کانوں میں تکلیف ہووے — تو سرسوں کا تیل پھائے سے نچوڑے

دمہ میں یہ غذا بے شک ہے اچھی

کھٹائی چھوڑ کھا دریا کی مچھلی

شفا چاہیئے اگر کھانسی سے جلدی — تو پی لے دودھ میں تھوڑی سی ہلدی

اگر آنکھوں میں پڑ جاتے ہوں جالے — تو دکھنی مرچ گھی کے ساتھ کھا لے

جو دکھتا ہو گلا نزلے کے مارے — تو کر نمکین پانی کے غرارے

اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی — تو استعمال کر انڈے کی زردی

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے — وہاں تک چاہیئے بچنا دوا سے

اگر ہو درد سے دانتوں کے بے کل

تو انگلی سے مسوڑوں پر نمک مل

جگر میں ہو اگر گرمی کا احساس — مربہ آملہ کھا یا اناناس

اگر ہوتی ہے معدہ میں گرانی — تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی

تپ دق سے اگر چاہیئے رہائی — بدل پانی کے گنا چوس بھائی

اگر خوں کم بنے، بلغم زیادہ — تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ

ہنسی گھر

☆ افسر (کلرک سے): آج تم بڑے بدلے بدلے لگ رہے ہو۔

کلرک (خوش ہو کر): کیوں سر؟

افسر: کیوں کہ آج تم منہ دھو کر آئے ہو۔

☆ ایک بیوقوف سوکھے دریا میں کشتی چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر دوسرا بیوقوف بولا: ایسے احمقوں پر مجھے بہت افسوس ہوتا ہے، اگر مجھے تیراکی ہوتی تو جا کر اسے بہت مارتا۔

☆ پہلا شخص (دوسرے سے): آپ کا بیٹا کیا کرتا ہے؟

دوسرا شخص: وہ شہر کی سڑکیں ناپتا ہے۔

پہلا شخص: اچھا وہ انجینئر ہے۔

دوسرا شخص: جی نہیں! وہ بے روزگار ہے۔

☆ ایک عورت نے ڈاک خانے فون کیا اور بولی: آپ کا نیا ڈاکیا میرے کتے کو تنگ کر رہا ہے اور اسے بھونکنے پر مجبور کر رہا ہے

ڈاک خانے والوں نے پوچھا: آپ کا کتا کہاں کھڑا ہے؟

جواب ملا: "وہ باغ میں درخت کے نیچے کھڑا بھونک رہا ہے۔"

پھر پوچھا گیا "اور ڈاکیا کہاں ہے؟"

"درخت کے اوپر۔" محترمہ نے جواب دیا

☆ مریض: جناب میری سانس رک رک کر آتی ہے۔

ڈاکٹر: کوئی بات نہیں ابھی بند کر دیتا ہوں۔

☆ محمود (نادر سے): "تم نے ایک ماہ کی چھٹیاں کہاں گزاریں؟"

نادر: "ایک دن گھوڑے کی کمر پر باقی اسپتال کے بستر پر۔"

☆ مرزا غالب اور ان کے دوست امام شہید میں نوک جھونک ہو رہی تھی۔ مرزا غالب نے خاص مزاحیہ انداز میں دریافت کیا: "اجی حضرت! یہ تو بتائیے کہ آپ شہید کب سے ہوئے؟"

امام شہید نے برجستہ جواب دیا: "جب سے کافر غالب ہوئے۔"

☆ ایک دوست نے دوسرے سے کہا: "میں نے مصر میں سو شیر مارے ہیں۔"

دوسرا دوست: "مگر مصر میں تو شیر ہوتے ہی نہیں ہیں۔"

پہلا دوست: "ہوں گے کیسے، میں نے سارے شیر مار جو دیئے۔"

بوجھو تو جانیں

☆ سبز چپاتی اوپر دال
سالن ساتھ سفید اور لال
اس پر دیکھو اور کمال
کھاؤ سبز اور اگلو لال

☆ جب بھی وہ میدان میں آئے
قدم قدم پر ٹھوکر کھائے
اچھلے کودے دوڑے بھاگے
سب ہیں پیچھے وہ ہے آگے

☆ کوئی نہ دیکھے اور دکھلائے
لیکن وہ سب کو تڑپائے
☆ کرنے آئے من کی بات
جو بھی دیکھے مارے ہاتھ

☆ دلی پہنچے، ڈھاکہ پہنچے، جا پہنچے قندھار
لندن، پیرس، برلن پہنچے لے جائے سمندر پار
دنیا بھر کا چکر کاٹے اور نہ دیر لگائے
دیس دیس کی بولی بولے سب کا جی بہلائے

☆ مل کے رہتی ہے یہ سوراخوں میں
پل میں لشکر بڑا گزر جائے
دیکھنے میں حقیر سی ہے یہ
اس کے کاٹے سے ہاتھی مر جائے

☆ کبھی ہیں لال کبھی ہیں کالے
ہزاروں بار ہیں دیکھے بھالے

☆ کالی چادر سفید پھول
ان پر مٹی ہے نہ دھول

☆ دنیا میں ہیں ہم دو بھائی
بھاری بوجھ اٹھانے والے
پاؤں تلے دب جانے والے
لیکن یہ ہے بات نرالی
دن بھر تو ہم بھرے ہوئے ہیں
رات آئے تو بالکل خالی

☆ جانے کس شے کا ہے سایا
بادل سا بن کر لہرایا
اڑتا جائے، اڑتا جائے
طرح طرح کی شکل بنائے
پکڑو تو وہ ہاتھ نہ آئے

معلوماتِ افزاء

۱: مسلمان سائنسدان محمد بن زکریا الرازی کو۔۔۔۔۔کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔

۲: شر کی جمع۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

۳: ہندوستان کی حکمران رضیہ سلطانہ کا تعلق خاندانِ۔۔۔۔۔سے تھا۔

۴: پاکستان کی تحریک آزادی کے سلسلے میں قائداعظم نے اپنے مشہور۔۔۔۔۔ نکات پیش کیے تھے۔

۵: پاکستان آرمی (بری فوج) کا سربراہ کہلاتا۔۔۔۔۔۔ہے۔

۶: کھٹمنڈو۔۔۔۔۔۔کا دارالحکومت ہے۔

۷: مالدیپ کی کرنسی۔۔۔۔۔ کہلاتی ہے۔

۸: اوس کو۔۔۔۔۔ بھی کہتے ہیں۔

۹: لیموں میں سب سے زیادہ حیاتین (وٹامن)۔۔۔۔۔ہوتا ہے۔

۱۰: اردو کا ایک محاورہ: جنگل میں۔۔۔۔ناچا کس نے دیکھا۔

۱۱: قرآن پاک میں کل۔۔۔۔۔سورتیں ہیں۔

۱۲: حضور ﷺ بروز۔۔۔۔۔اس دنیا میں تشریف لائے۔

۱۳: عراق کی قومی زبان۔۔۔۔۔۔ہے۔

۱۴: حضرت عثمان کا لقب۔۔۔۔۔ہے۔

۱۵: اولادِ آدم کو آدمی اور انسان کے علاوہ۔۔۔۔ بھی کہتے ہیں۔

علم دریچے

بچے کو شیطان تو نہ کہیں

لفظ شیطان کا روٹ ورڈ کیا ہے؟(ش۔ط۔ن) شطن یعنی اللہ کی رحمت سے دور، دھتکارا ہوا۔اس لیے بچوں کو کبھی شیطان نہ کہیں اللہ نہ کرے وہ شیطان ہوں۔شیطان تو اللہ کی رحمت سے دور ہونے کو کہتے ہیں ہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ اللہ کی رحمت سے دور ہو ہاں! اگر آپ کا بچہ بہت شرارتی ہے تو آپ اسے شریر کہہ لیں۔

ادب کا قرینہ

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کے صاحبزادے اپنے استاد محترم کو وضو کروا رہے تھے اور ان کے پاؤں پر پانی ڈال رہے تھے کہ خلیفہ ہارون الرشید اچانک وہاں آ گئے،جب آپ نے یہ دیکھا تو بہت برہم ہوئے اور شہزادے کو ڈانٹ دیا۔استاد نے کہا کہ نماز کا وقت جارہا تھا اس لیے میں نے شہزادے کو زحمت دی ۔خلیفہ نے کہا کہ میں نے شہزادے کو اس لئے ڈانٹا کے اس کا ایک ہاتھ خالی تھا اس ہاتھ سے شہزادے نے آپ کے پاؤں کیوں نہیں دھوئے۔

علم کا راستہ

ارسطو سکندر اعظم کو پڑھانے لگا تو سکندر اعظم جو شہزادہ تھا اکتا گیا۔اس نے ارسطو سے پوچھا کہ علم کے حصول کا کوئی آسان راستہ نہیں۔"ہمارے ملک میں دو قسم کے راستے ہیں "ارسطو نے کہا۔ایک قسم کچے اور دشوار راستوں کی ہے۔جس پر کسان،مزدور،عام لوگ چلتے ہیں اور دوسری قسم شاہی خاندان کے لیے مخصوص ہے یہ راستے پکے اور خوبصورت ہیں ،لیکن علم کی منزل تک ایک ہی راستہ جاتا ہے جس پر شاہ و گدا اکھٹے چلتے ہیں۔

فکرِ آخرت

حضرت فاروق اعظم ایک راستے پر سے گزر رہے تھے کہ کچھ خیال آیا آپ وہیں زمین کی طرف جھکے اور ایک تنکا اٹھالیا پھر فرمایا:" اے کاش میں اس تنکے کی طرح خس و خاشاک ہوتا۔اے کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔اے کاش مجھے میری ماں نہ جنتی" پھر فرمایا"اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا دنیا کے تمام لوگ بخش دیئے گئے ہیں تب بھی میرا خوف ختم نہیں ہوگا۔میں سمجھوں گا وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔

معاف کرنا

مکہ والوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تو کہا محمد نے چاند پر جادو کر دیا،پتھروں کو کلمہ پڑھتے دیکھا تو کہا کہ جادو کر دیا،بدر کے موقع پر فرشتے دیکھے مگر کلمہ نہ پڑھا،جنگ میں شکست کھائی مگر ایمان نہ لائے،لیکن جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کا دروازہ پکڑ کر فرمایا: "جاؤ میں نے تم کو معاف کیا تو سب جوق در جوق کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔"معاف کرنا بہت بڑا عمل ہے معاف کرنا اور معافی مانگنا سیکھیے۔

ایک سبق آموز نصیحت

ایک دیہاتی نے فٹ بال کھیلتے لوگوں کو دیکھ کر اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑے ایک بزرگ سے پوچھا:"چاچا اس کی گیند کی کیا غلطی ہے جو سارے مل کر اسے لاتوں سے مار رہے ہیں؟"ان بزرگ نے

جواب دیا: "اس کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اندر سے خالی ہے ورنہ کسی کی کیا مجال کہ اسے لاتوں سے مارے۔"

موجودہ دور میں ہم مسلمانوں کا یہی حال ہے ایمان بس زبان پر ہے اور اندر سے خالی ہے ورنہ کسی کی کیا مجال کہ ہماری طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔

نامعلوم دکھ

آکاش کو جب کوئی دکھ ہوتا ہے تو وہ بادلوں کی صورت میں کائنات پر برستا ہے۔ پھولوں کو جب کوئی دکھ ہوتا ہے تو وہ مرجھا جاتے ہیں۔ آتش فشاں کو جب کوئی دکھ ہوتا ہے تو وہ لاوے کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

مگر جب انسان کو کوئی دکھ ہوتا ہے تو وہ نہ بادلوں کی صورت میں کائنات پر برس سکتا ہے، نہ پھولوں کی طرح مرجھا سکتا ہے۔ کچھ دکھ ایسے ہوتے ہیں کہ انسان نہ چھپا سکتا ہے نہ کسی کو بتا سکتا ہے۔ اس کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا۔

ماں

وہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی اور قدرت کی طرف سے ملا انمول تحفہ ہے۔ ایسا گھنا شجر جس کے سائے میں میرا بچپن پروان چڑھا اور زندگی کا ہر سکون رنج و غم سے ہٹ کر ملا۔ میرے لیے میرا سب کچھ میری اپنی زندگی سے بڑھ کر ہے کیوں کہ اس نے میرے دکھوں، میرے آنسوؤں کو اپنی ممتا بھری محبت سے خوشی میں بدل ڈالا اور وہ عظیم ہستی کوئی اور نہیں میری ماں ہے میرا سرمایہ حیات ہے۔

پہیلیوں کے جوابات:

۱: پان ۲: فٹ بال ۳: درد

۴: مچھر ۵: ریڈیو ۶: چیونٹی

۷: کوئلہ ۸: تارے

کہانی ایک کتاب کی

جی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اپنا تعارف کرانے سے پہلے تھوڑی تمہیدی گفتگو آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ انسان اپنے شعور سے لے کر اپنی موت تک زندگی کے تمام مراحل میں دوستی اور رفاقت کا محتاج ہوتا ہے۔

اور وہ لوگ نہایت خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں اچھے اور بہترین ساتھی اور دوست میسر آتے ہیں کیونکہ

زندگی میں دوست نہیں ملا کرتے

بلکہ دوستوں میں زندگی ملا کرتی ہے

جنہیں اچھے ساتھی میسر آجائیں وہ کبھی دنیا میں تنہا یا بے یارو مددگار نہیں رہتے کیونکہ زندگی کے ہر موڑ پر ان کے دوست ان کے ہمقدم اور رفیق ہوتے ہیں۔ہاں تو جناب میں ہوں آپ کی بہترین ساتھی اور دوست "کتاب"۔

میرے بارے میں تو آپ نے بہت کچھ سن ہی رکھا ہوگا جی جی بالکل صحیح یاد کیا۔۔۔میں وہی ہوں کی جب آپ کا دوسروں پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اور سب آپ کو تنہا چھوٹ کر چلے جاتے ہیں تو میں ہی آپ کے ساتھ ہوتی ہوں اور آپ کو حوصلہ دیتی ہوں اور مجھ سے ہی آپ اپنے دکھوں اور غموں کا مداوا کرتے ہیں۔میرے ہی ذریعے آپ فکر کے سمندر سے گوہر نایاب پاتے ہیں اور اپنے تخیلات کو مجسم تعمیر میں ڈھالتے ہیں۔

میری ورق گردانی سے ان لوگوں سے تعارف حاصل ہوتا ہے جو ہمارے درمیان موجود نہیں ہوتے میں نے لوگوں کو انبیاءؑ جیسی عظیم ہستیوں کے سیرت و کردار اور ان کے عظیم کارناموں سے متعارف کروایا ہے۔جو مجھ سے محبت رکھے گا اس کے دل میں علم کی محبت ہمیشہ رہے گی میں زندگی کے ہر کڑے وقت میں آپ کو حوصلہ اور ہمت دیتی ہوں مجھے پڑھتے ہوئے جو آپ کے ذہن میں سوالات پیدا ہوتے ہیں میں ان کے بھی جوابات دیتی ہوں۔میں ایک ایسا باوفا ہیرا ہوں جو آپ کو دنیا کے نشیب و فراز کے بارے میں آگاہی دیتی ہوں۔آج کے دور میں کوئی آپ کو اچھے راستوں کا پتہ نہیں دے سکتا۔گویا

کوئی رفیق نہیں کتاب سے بہتر

لیکن افسوس جب انسان ترقی کے زینے چڑھ گیا اور جہاں اس نے جدید ٹیکنالوجی سے خود کو آراستہ کیا اور دنیا میں اپنا لوہا منوایا وہیں میری اہمیت میں بھی کمی آگئی ہے۔پہلے لوگوں میں ذاتی لائبریریوں کا رجحان پایا جاتا تھا۔لیکن اب لوگوں کی ترجیحات بدل

گئی ہیں۔ لائبریریوں کا قیام تو دور کی بات پہلے سے گھر میں موجود کتابوں کو بھی مساجد اور مدارس میں ڈلوا دئے جاتے ہیں ۔۔۔!!! آپ لوگوں کی بدنصیبی ہے جو آپ مجھ سے دور رہتے ہیں اور مجھ سے دور ہونے کی وجہ سے آپ غفلتوں میں پڑے رہتے ہیں۔ آپ کی نسلیں اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں ہیں۔۔۔!!!

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ثاقب میاں کی ٹیبل پر میں اور موبائل اکھٹے رکھے تھے اور ہم دونوں میں سے ہر ایک کا دعوی تھا کہ ثاقب میاں مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں اب ہم دونوں محو کلام ہی تھے کہ اچانک دروازے کے کھلنے کی آواز سنائی دی تو میں نے موبائل سے بڑے مان کے ساتھ کہا کہ دیکھو ثاقب میاں مجھے ہی لینے آئے ہیں۔ لیکن موبائل نے کہا کہ یہ تمہاری غلط فہمی ہے وہ تمہیں نہیں بلکہ مجھے لینے آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ رکو ثاقب میاں کو دیکھا کہ وہ کس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہیں پھر تمہاری خوش فہمی دور ہو جائے گی۔۔۔!!

ہم دونوں کی نظریں ثاقب میاں کی جانب اٹھی ہوئیں تھیں ثاقب میاں آئے اور انہوں نے جیسے ہی موبائل کی جانب ہاتھ بڑھایا تو موبائل نے فاتحہ انداز میں میری جانب دیکھا گویا یہ کہہ رہا ہو کہ دیکھ لیا ناں تم نے اب تمہاری کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔ میں ہی ثاقب میاں کی پسند اور وہ جدید ٹیکنالوجی ہوں کے جس کہ ذریعے ثاقب میاں لمحوں میں معلومات کے ذخائر اکھٹے کر سکتے ہیں۔ اور میری حالت ایسی تھی کہ گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ آپ کی انہیں غفلتوں کی وجہ سے لائبریریاں آج لوگوں کی راہ تکتی رہ جاتی ہیں اور آپ اپنی ضروریات موبائل اور انٹرنیٹ سے پوری کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج میری جگہ موبائل اور انٹرنیٹ نے لے لی ہے اور میری وہ ساتھی کتابیں جس میں کبھی علم و دانش کی باتیں ہوا کرتی تھی ان کو کہیں پس پشت ڈال کر میری دوسری ساتھی کتابوں کو فحش اور برائی کی باتوں سے بھر دیا گیا ہے۔ آپ ہی کی نوجوان نسل جو قوم کا سرمایہ ہوتی ہیں وہ ہم کتابوں سے ہدایت کے گمراہی ہی گمراہی سمیٹ رہے ہیں۔۔۔!!! معاشرے کو پاکیزہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم میں ایسی کتابوں کا انتخاب کریں جو آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمابرداری کی طرف مائل کریں ۔حیات انسانی کے جمود کو توڑنے کے لیے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مجھ سے دوستی کر لی جائے۔ کیونکہ میں ایک ایسی دوست ہوں جو آپ کے کردار اور عمل کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر رہی ہوں آپ کو خیر و شر کی تمیز سکھاتی ہوں۔ آپ کے ذہن کے دریچوں کو کھولتی ہوں۔ تخلیقی صلاحیتوں اور ولولوں کو جلا بخشتی ہوں مجھ سے دوستی آپ کی تقدیر کو بدل دے گی۔ غفلتوں اور ناامیدیوں کے بادل کو چھانٹ کر رکھ دے گی۔۔۔!!!!!!!!

قرآن مجید

قرانِ پاک دنیاکے ہر انسان کے لئے ہدایت اور مسلمانوں کے لئے رحمت بنا کر نازل کیا گیا، یہ اللہ تعالیٰ کی الہامی کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کی آخری آیت نازل ہونے کے ۱۴۰۰ سال بعد بھی اس کے متن میں ایک حرف کی تبدیلی نہیں ہو سکی اور نا ہی قیامت تک ہو سکے گی۔

حدیث میں ارشاد ہے کہ

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قران سیکھے اور سکھائے۔"

یہاں ہم قران سے متعلق کچھ اہم معلومات آپ کے ساتھ شیئر کر رہے ہیں جو کہ دنیا اور آخرت دونوں میں کام آئیں گی۔

☆ قرآن پاک میں کل 114 سورتیں ہیں۔

☆ قرآن پاک کی سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے اور سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے۔

☆ قرآن پاک میں موجود سورتوں کو تنزیل کے اعتبار سے مکی اور مدنی میں تقسیم کیا گیا ہے قران میں موجود 114 سورتوں میں سے ۸۶ مکی ہیں جبکہ ۲۸ سورتیں مدنی ہیں۔

☆ قرآن کی سورۃ المجادلہ میں اللہ کا نام ہر آیت میں دہرایا گیا ہے۔

☆ سورہ یاسین کو قرآن کا دل کہا جاتا ہے۔

☆ قرآن پاک کی سورۃ نمل میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' دو مرتبہ آئی ہے۔

☆ سب سے پہلی وحی ''اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" ۱۷ رمضان المبارک ۶۱۰ عیسوی کو نازل ہوئی۔

اللہ ہم سب کو قرآن پاک سیکھنے، سکھانے اور عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

کیا آپ غیر سیاسی ہیں؟

(سوشل میڈیا)

یہ ہمارے ملک کے معزز سیاستدان ہیں۔ یہ اپنے شعبے میں ایک منجھے ہوئے سیاستدان ہیں اور سیاست اس قدر ڈوب کر کرتے ہیں کہ اچھائی برائی کی تمیز نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک کامیاب سیاستدان میں ہونی چاہئیں۔ ہم نے یہ انٹرویو سوال جواب کی شکل میں ترتیب دیا ہے آئیں پڑھتے ہیں کہ کیا سوال کئے گئے اور کیا جواب ملا۔

سوال: آپ ملک عزیز کے کامیاب سیاستدان ہیں سب سے پہلے یہ بتائیں سیاست میں کس طرح وارد ہوئے؟

جواب: مجھے بچپن سے ہی مقابلہ کی عادت تھی اور جھوٹ کی بھی پھر محلے داری میں کسی کے خلاف بولنا ہوتا تو میری خدمات لی جاتی تھیں بس یہی عادت سیاست میں لے آئی۔

سوال: آپ آج جس مقام پر ہیں یہ سب آپ نے اپنی محنت سے حاصل کیا ہے یا اس میں کسی کی دعاوں کا بھی دخل ہے؟

جواب: جی! میری محنت کا دخل تو یقیناً ہے لیکن دعا کا دخل بھی کہہ سکتے ہیں کیوں کہ میری دادی نے مجھے سیاستدان کہا تھا۔ ٹھریئے! میں آپ کو پورا واقعہ سناتا ہوں، میری دادی کو کافی دنوں سے بخار تھا اور وہ میرے بڑے بھائی صاحب کو کافی دن سے کہہ رہی تھیں کہ ڈاکٹر کے پاس لے جائیں لیکن وہ نھیں لے گئے ایک دن غصہ میں چلا رہی تھیں کہ میری کوئی خبر گیری نھیں کرتا مجھے ان کی بے بسی اچھی نھیں لگی میں نے وعدہ کیا اب ایسا نھیں ہوگا میں آپ کی قدر کرونگا اور ہر بات مانوں گا وہ خوش ہو گئیں اور کہا اس گھر میں تم ہی ہو جو میرا خیال رکھتے ہو لیکن اپنی مصروفیت کی وجہ سے میں بھی ان کو ہسپتال لے جانا بھول گیا جس پر انھوں نے کہا! بیٹا تم تو سیاستدان کی طرح صرف بیان ہی دیتے ہو عمل نھیں کرتے۔ بس شاید وہ قبولیت کی گھڑی تھی میں سیاستدان ہی بنا۔

سوال: آپ نے سیاست کی شروعات کہاں سے کی؟

جواب: اپنی گلی سے۔

پوری بات سنیئے ایک بار جب میں اسکول میں نویں جماعت میں پڑھتا تھا تو مجھے خیال آیا کیوں نا اپنے گھر کے باہر سیڑھیاں بنوائی جائیں کیوں کہ گلی نیچی تھی اور دروازہ کافی اونچا تھا جس سے گھر میں داخل ہوتے وقت دقت ہوتی تھی چنانچہ میں نے محلے والوں سے رقم اکھٹی کی کہ گلی پکی کرانی ہے۔ سب نے چندا دیا میں نے گلی پکی کرائی اور میرے اپنے گھر کی سیڑھی بھی مفت میں بن گئی یوں محلے میں، میں ایک لیڈر بن گیا سب مجھے اہمیت دینے لگے جس سے سیاست کے جراثیم مجھ میں سرایت کرتے چلے گئے ویسے بھی اس کام میں عزت بھی ہے اور شہرت بھی۔

سوال: اچھا اب یہ بتائیں آپ نے ملک و قوم کے لئے کیا خدمات انجام دی ہیں؟

جواب: ملک کے لئے ہاہاہا! ارے بھائی ہمیں کام کرنے کی کیا ضرورت ہے ہمارے بڑے جو کام کر گئے ہیں بہت ہے۔ ان کی قربانیاں کیا کم ہیں اب تو صرف ملک کو ہی کچھ کرنا چاہیے ہمارے لئے، میں سمجھتا ہوں۔ ہمارا ملک ایک پھل دار درخت ہے۔ جس کو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے لگایا تھا، اب ہمیں صرف اس کا پھل کھانا ہے، ویسے میں نے ملک کو تین بیویاں اور آٹھ بچے دیئے ہیں ان کو ہر طرح کی سہولیات دی ہوئی ہیں وہ بھی اس ملک کے شہری ہیں ان کی خدمت بھی تو ملک و قوم کی خدمت ہوئی نا بھئی۔

سوال: عام طور پر یہ تاثر ہے کہ آپ حکومت میں ہوں تو خوش باش، چست دکھائی دیتے ہیں دوسری صورت میں آپ کی شخصیت بالکل بدل جاتی ہے؟

جواب: (غصہ میں دیا گیا) آپ انسان ہیں یا پتھر؟ ایسے سوال کرتے ہیں۔ اک انسان کو جو مرسیڈیز کی لائن لگا کر باہر نکلتا ہو جلوس کی شکل میں، ہوائی جہاز ایک اکیلے بندے کے لئے مخصوص ہو، جس کی خبریں، سرگرمیاں، ٹی وی پہ ہیڈ لائن بنا کر چلائی جائیں، جو چہل قدمی کے لیئے باہر نکلے تو ایک خبر بن جائے، پھر ایک دم اس کو جیل میں ڈال دیا جائے اور اس سے سوال شروع کر دیئے جائیں کہ کتنی رقم لوٹی اور کہاں کی؟ کیا کیا جائیداد بنائی؟ اب وہ بچارا ڈسٹرب نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔

سوال: اس کا مطلب ہے آپ احتساب کے بالکل خلاف ہیں؟

جواب: جی بالکل! سہی کہا ہے آپ نے دیکھیں ہم مسلمان ہیں۔ اللہ نے قیامت قائم کرنی ہے جزا سزا کے لیے، پھر قبر میں بھی حساب کتاب ہونا ہے۔ تو آخر پھر مرنے سے پہلے کیوں حساب دیں۔ حساب کا حق صرف اللہ کو ہے وہ لے گا ہم سے جب مر گئے تو ہم ویسے کیوں مریں۔

سوال: آپ کو کھانے پینے میں کیا پسند ہے؟

جواب: مجھے وہ پسند ہے جسے بے وقوف لوگ قوم کی امانت کہتے ہیں۔

سوال:.جی! میں نے کھانے پینے کی بات پوچھی ہے ؟

جواب: میں بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ رقم ہو گی تو ہی کھانے پینے کا بھی بندوبست ہو گا۔ میں نے شارٹ کٹ میں جواب دیا ہے۔

سوال: آپ کی عمر کیا ہے ؟

جواب: میں آپ کو کتنے برس کا لگتا ہوں ؟

جواب: 53 سال کے۔

سوال—تو میں 53 سال کا ہی ہوں—

سوال: آخر میں یہ بتائیں کہ آپ قوم کے نام کیا پیغام دینا چاہیں گے ؟

جواب:.جی! قوم کے لئے تو میں خود، میری ذات سر سے پاؤں تک پیغام ہی پیغام ہے۔ قوم ہمیں دیکھتی رہے اور ووٹ دیتی رہے بس یہی میرا پیغام بھی ہے، حکم بھی اور نصیحت بھی—

کیا آپ جانتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔؟

حضرت محمد ﷺ ۶۳ برس تک زندہ رہے۔

حضرت شعیبؑ ۸۸۲ برس حیات رہے۔

حضرت آدمؑ ۱۰۰۰ برس زندہ رہے۔

حضرت نوحؑ ۹۵۰ برس زندہ رہے۔

حضرت ادریسؑ ۳۶۵ برس زندہ رہے۔

حضرت صالحؑ ۱۳۷ برس زندہ رہے۔

حضرت داؤدؑ ۲۰۲ برس زندہ رہے۔

حضرت موسیٰؑ ۱۲۵ برس زندہ رہے۔

حضرت زکریاؑ ۲۰۷ برس زندہ رہے۔

روئے زمین میں سب سے پہلی مسجد "خانہ کعبہ" ہے۔

بیوٹی ٹپس

ناخنوں کو ٹوٹنے سے بچانے کا طریقہ

ایک لیموں کا رس پانی میں ملا کر روز پیا کریں۔ چار لیموں لے کر ان کا رس نکال لیں اور اس میں پسی ہوئی تھوڑی سی پھٹکری ملائیں اور تقریبا20 منٹ تک ناخنوں پر لگی رہنے دیں خشک ہونے پر ہاتھ دھو لیں۔

پھٹے پاؤں کو صحیح کرنے کا طریقہ

دو شلجم لے کر چھلکے سمیت ٹکڑے کر لیں۔ کسی بڑے برتن میں پانی بھر کر شلجم ابالنے کیلئے رکھ دیں۔ جب شلجم گل جائے تو اس میں نمک ملائیں اور سرسوں کا تیل پھر اس پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھ جائیں جب پانی ٹھنڈا ہونے لگے تو پاؤں نکال لیں پھر انہیں کسی کپڑے سے صاف کریں تین چار دن تک یہ عمل کریں پاؤں ٹھیک ہو جائیں گے۔

ہاتھوں کی جلن دور کرنے کا طریقہ

املی کو پانی میں بھگو کر اس کا رس اور تھوڑی سی چینی سے ملا کر ہاتھوں پر مل لیں تو جلن دور ہو جائے گی۔

آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کا علاج

کھیرے یا ٹماٹر کو کاٹ کر اس کے قتلے آنکھیں بند کر کے تقریباً 15 منٹ تک رکھے رہنے دیں بعد میں ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ماریں آنکھوں میں ٹھنڈک محسوس ہوگی۔

مہندی سے بالوں کی حفاظت کا طریقہ

مہندی پانی میں گھولیں، آدھے لیموں کا رس ملائیں، چار لونگ پیس کر شامل کریں، ایک انڈے کی زردی شامل کریں، آخر میں دار چینی کا چھوٹا سا ٹکڑا پیس کر ملائیں اور پھر مہندی کو دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اس کو سر میں اچھی طرح لگائیں پھر تقریبا دو گھنٹے بعد پانی سے دھو لیں بعد میں شیمپو کر لیں۔ مہینے میں ایک بار اس عمل ضرور دہرائیں۔

کھانا خزانہ

وائٹ چکن کڑاہی

اجزاء :

ایک کلو چکن۔ دو بڑے چمچ گھی۔

دو چمچ لہسن۔ 3 سے 4 عدد ہری مرچیں۔

ایک کپ فریش کریم۔ نمک حسب ذائقہ۔

ایک چمچ کالی مرچ۔ ایک چمچ سفید زیرہ۔

گرم مصالہ تھوڑا سا۔ دو عدد پیاز۔

پکانے کا طریقہ۔

دو بڑے چمچ گھی ڈال کر اس میں چکن ڈال دیں۔ کچھ دیر بعد دو پیاز کاٹ کر ڈالیں۔ اور پانچ منٹ کیلئے بند کر دیں۔ اب دو چمچ لہسن ڈالیں اور بھونیں۔ اب تین سے چار ہری مرچیں کاٹ کر ڈالیں اور پھر بھونیں۔ ایک کپ فریش کریم ڈالیں اور چمچ سے ہلائیں۔ آخر میں نمک حسب ذائقہ، ایک چمچ کالی مرچ، ایک چمچ سفید زیرہ اور گرم مصالہ ڈالیں تھوڑا سا ہلائیں۔ اور چولھا بند کر دیں۔

شاہی ٹکڑے

اجزاء:

ڈبل روٹی کے توس (سلائس) چار عدد کاٹ کر آٹھ ٹکڑے کر لیں
دودھ۔ ملک پیک کا بڑا والا پیکٹ۔ ایک عدد
چینی۔ ایک پیالی
چھوٹی الائچی۔ آٹھ عدد
خشک دودھ۔ ایک پیالی
گھی۔ ایک پیالی
زردہ کا رنگ۔ چٹکی بھر
سجانے کے لئے۔ چاندی کے ورق
بادام۔ دس عدد، گرم پانی میں بھگو کر چھلکا اتار لیں، باریک کاٹ لیں

ترکیب:

ایک بڑے فرائنگ پین میں گھی گرم کر کے توس تل لیں۔ جب لال ہو جائیں تو نکال کر رکھ لیں پھر فرائنگ پین کا سارا گھی نکال کر دودھ ڈال دیں، جب جوش آ جائے تو چینی اور الائچی ڈال دیں، پانچ منٹ بعد توس ڈال کر خشک دودھ ڈال دیں۔ ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔

جب دودھ گاڑھا گاڑھا ہو جائے تو زردہ کا رنگ ذرا سے دودھ میں ملا کر اوپر ڈال دیں۔ اس پر کٹے ہوئے بادام چھڑک دیں، کسی پھیلے ہوئے برتن میں رکھ کر ٹھنڈا کر لیں، چاندی کے ورق سجا دیں۔

بیت بازی

ؑ اب تو جاتے ہیں بت کدے سے میر

پھر ملیں گے ، اگر خدا لایا

(شاعر: میر تقی میر)

ؑ کانٹوں کو مت نکال چمن سے کہ باغباں

یہ بھی گلوں کے ساتھ پلے ہیں بہار میں

(شاعر: بہادر شاہ ظفر)

ؑ گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز

کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

(شاعر: جگر مراد آبادی)

ؑ یہ ہے کہ جھکاتا ہے مخالف کی بھی گردن

سن لو کہ کوئی شے نہیں احسان سے بہتر

(شاعر: اکبر الہٰ آبادی)

ع گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

دہقاں کو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی

(شاعر: علامہ اقبال)

ع زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہو جیسے

ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

(شاعر: فیض احمد فیض)

ع چغلی ہے برا کام بچو اس سے ہمیشہ

جو لوگ ہیں بے شرم انہی کا ہے یہ پیشہ

(شاعر: اسماعیل میرٹھی)

ع اچھی نہیں نزاکت احساس اس قدر

شیشہ اگر بنو گے تو پتھر بھی آئیں گے

(شاعر: احسان دانش)